مَلفُوظاتِ طاہِریہ

خواجہ محمد طاہر بخشی نقشبندی
المعروف سجن سائیں مدظلہ

ملفوظاتِ طاہریہ

خواجہ محمد طاہر بخشی نقشبندی المعروف سجن سائیں مدظلہ

الطاہر پبلیکیشنز

درگاہ اللہ آباد شریف، کنڈیارو، ضلع نوشہرو فیروز

سندھ، پاکستان

www.islahulmuslimeen.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : ملفوظاتِ طاہریہ

ملفوظاتِ حضرت خواجہ محمد طاہر المعروف بجن سائیں بخشی نقشبندی

سال اشاعت : 2013ء

الطاہر پبلیکیشنز

درگاہ اللہ آباد شریف، کنڈیارو، ضلع نوشہرو فیروز، سندھ، پاکستان

+92-242-449623

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
محبت کی معنیٰ اور مفہوم	5	جذب	48
بھکاری	7	عبدیت کے تقاضے	50
احتساب	9	دعوت الی اللہ	53
امداد لینے اور دینے کا طریقہ	11	علاج باطن	55
علم	12	حب درویشاں	59
صدیقی عشق	13	پیاس	61
سرمد	15	تابعداری	63
الہاؤزاری	16	میں وہ میں	65
ذمہ داری	19	غیراللہ	67
دعوت الی اللہ	21	تقویٰ	68
عورت کے ساتھ رویہ	23	پردہ پوشی	70
صداقت اور امانتداری	25	ضمیر	72
جوہرِ علوی	27	اخلاق کی تعریف	75
صحبت صالحین	29	قلب شاغل	79
اخلاق نبوی ﷺ	31	وصال پیار	81
دریائے رحمت	33	تکبر	83
ظاہر و باطن	34	جہنم اور عذاب	86
حقوق العباد	37	بے قدری	88
شکر	38	طریقہ مشائخ	89
وراثت نبوی	40	روح کی غذا	92
طریقہ تبلیغ	41	قطرہ رحمت جستجو	94
میلاد شریف	44	مساجد	96
زندگی بے بندگی شرمندگی	46	غیبت کے نقصان	97
تقاضائے عشق	47	کردار	98

عنوان	صفحہ
تقریر	101
رحمت الٰہی	103
تبدیلی	104
پہچان	106
صوفیا	107
محکومیت وحاکمیت	108
خواہشات کے پوجاری	110
قطرہ رحمت	112
نعمتوں کی قدر	115
مجنوں	117
دنیا	119
نصیحت	122
اندھاپن	123
اصلاح	126
اولیاءاللہ	128
سلام	130
طلب	131
طریقہ دعا	135
ظاہر بینی کا نقصان	137
اولیاءاللہ کے پاس کس طرح حاضر ہونا چاہیے	138
دین ودنیا	139
دل کی بستی	142
معاملات عشق	144
حقوق	145
سرکار	147
خدا کی بندوں سے محبت	149

عنوان	صفحہ
تربیت کا طریقہ	151
دنیا کا استعمال	153
تعلق باللہ	155
انسانیت کی معراج	157
صبر	160
نفرت سے پرہیز	162
ہم نشینی	164
شکر کی پٹی	166
حب دنیا کے نقصان	168
تربیت	170
گدھا اور گلقند	174
تکلیف کے فوائد	176
سستا سودا	178
آئیڈیل	180
دل کی باتیں	181
دنیاوی دوست	183
تعلیم رسول ﷺ	185
وضو	187
عقل وعشق	190
اونچائی کے نقصان	192
اللہ کا دیدار	193
صحابہ کرام	195
خودشناسی	197
انکساری	198
مخلوق سے محبت	199
فکر آخرت	201

محبّت کی معنیٰ اور مفہوم

وھوعبارة عن اشتغال قلب المحب بالمحبوب وانسه بہٖ بحیث یمنعه عن الالتفات الیٰ غیرہٖ ولایکون له بد من دوام التوجه الیه والاشتغال به.

ترجمہ: محبّ کے قلب کا محبوب کے ساتھ اتنا مشغول اور مانوس ہونا کہ غیر کی طرف توجہ ہی نہ رہے اور محبت کے لیے محبوب کی طرف توجہ رکھنے اور اس کے ساتھ مشغول رہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے۔ اور یہی مطلب اس قول کی بھی ہے **العشق نار یحترق ما سوی المحبوب.**

ترجمہ: عشق ایک آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔ یعنی قلب کی توجہ کو ہر طرف سے منقطع کر دیتی ہے اور اس طرح غیر کے تعلق کو مٹا دیتی ہے، گویا کہ اس کا وجود ہی نہ تھا۔ یہاں تک کہ اسے اپنا وجود بھی نظر نہیں آتا۔ پس جس طرح غیر اس کی نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے، اسی طرح اپنا وجود بھی اس کی نگاہ سے محو ہو جاتا ہے۔ اس عشق اور محبت والی صفت سے متصف ہو جانے کے بعد عاشق کو بھی وہی پسند ہوتا ہے جو محبوب کو پسند ہوتا ہے، اور جو چیز محبوب کو ناپسند ہوتی ہے، اس کو اس سے طبعی نفرت ہو جاتی ہے۔ اسے ثواب کا کوئی لال نہیں ہوتا اور نہ ہی عذاب وعتاب کا کوئی خوف رہتا ہے۔ یہ بندہ کی محبت کی حقیقت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت بندہ

کے ساتھ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ قلب اور اس کے اشتغال سے پاک ہے۔ (یعنی کسی طرف مشغول ہو جانا کہ کسی اور طرف توجہ ہی نہ رہے) اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی توجہ کسی طرف بھی نہیں کہ دوسری جانب توجہ ہی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اُنس کا نام ہے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور کی جانب کی کھینچ لیتا ہے اور غیر کی طرف بندہ کو جھکنے اور مائل ہونے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی کشش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بندہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت (کشش) کی ٹہنی اور اس کا سایہ ہوتی ہے۔ اصل محبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (طٰہٰ آیت 39 پ 16) ترجمہ: اور (اے موسیٰ) میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔ یحبھم ویحبونہ۔ یہاں یحبھم (وہ ان سے محبت کرتا ہے) کو یحبونہ (بندے اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔)

بھکاری

جو بادشاہ کے در کا بھکاری ہوتا ہے وہ کسی سیٹھ کے در پر نہیں جائے گا وہ کہے گا بھئی میں بادشاہ کے در پر جاتا ہوں میں سیٹھ کے سامنے کیوں جاؤں۔ جو اللہ کے در کا بھکاری بن جاتا ہے کسی ایسے ویسے ایرے غیرے کے در پر وہ جانا پسند نہیں کرتا۔ تو آج میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ غیرت انسانی اور عزت انسانی سمجھنا یہ اپنے آپ کو سمجھنا ہے اور اپنے آپ کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟ اس لیے ضروری ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ آپ اس لیے آئے ہیں کہ اللہ کی محبت معرفت کو پائیں، اس کے عشق کو پائیں اور جو اپنے آپ کو سمجھے گا وہی اللہ تعالیٰ کو سمجھ سکے گا۔ اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی پہچان کی بات آتی ہے تو میں نے عرض کیا ہے کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس طرح تمہاری میری آپ سب کی یہ نہیں کہ جس کے لوگ نعرے مارتے ہیں اور جس کا نام لیتے ہیں اس کی خدا مدد کرتا ہے۔ اور جو ایک غریب مسکین ہے اس کی اللہ تعالیٰ مدد نہیں کرتا۔ ہرگز نہیں۔ آپ کی میری ان سب لوگوں کی اللہ تعالیٰ ہر وقت مدد کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کا علم ہے اور کچھ لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہمارے سامنے ظاہر بھی کر دے تو کر سکتا ہے کہ میں نے تیری یہ مدد کی لیکن اللہ تعالیٰ کو اس چیز کی پرواہ نہیں ہے، ضرورت نہیں

ہے، وہ ہماری طرح کہ ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی جو منسٹر صاحب تھے، ایک بڑے اچھے معزز انسان۔ تو وہ اپنا شکوہ کر رہے تھے سائیں آج لوگ ایسے ہو گئے ہیں، ایسے ہو گئے ہیں کہ ہم نے ان کو نوکریاں دلوائیں، ہم نے ان کو یہ دلوایا، ہم نے ان کو یہ دلوایا، ہم نے ان کو روڈ بنا کر دیے، ہم نے ان کو گھر بنا کر دیے سائیں اب وہ سلام بھی نہیں کرتے۔ یا یہ نوکریاں ہم لوگوں کو اس لیے دلواتے ہیں جو ہم کو سلام کریں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دستور نہیں ہے جو اس کا سلام کرتا ہے اس کو بھی دیتا ہے، اس کی بھی مدد کرتا ہے جو اسکا سلام نہیں بھی کرتا اس کو بھی دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے۔ کتنی عظیم ہے وہ ذات، کتنی پیاری ہے وہ ذات لیکن ایک بات میں عرض کروں گا سب کی مدد کرتا ہے کچھ لوگوں کو اس کا علم ہے کچھ لوگوں کو اس کا علم نہیں ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو پتہ چلے کہ کس طرح مدد ہوئی اور کیسے مدد ہوئی تو پھر آپ کو اپنے دل کا اندھا پن دور کرنا پڑے گا۔ اپنے دل کا اندھا پن دور کرنا پڑے گا۔ اپنے دل سے دنیا کی محبت کے پردے اور حجابات ہٹانے پڑیں گے، دور کرنے پڑیں گے۔

احتساب

میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے سسکتی ہوئی انسانیت کو اور ان لوگوں کو جو افعال وکردار میں حیوانوں سے بدتر تھے، جو بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے، قبائل میں بٹے ہوئے تھے، وہ ایک دوسرے سے لڑتے تھے، عورتوں پر ظلم کرتے تھے، بچوں کو زندہ درگور کرتے تھے ان لوگوں کے اندر کیا انقلاب برپا کیا۔ ان کے اندر یہ انقلاب برپا کیا کہ ان کو بتایا کہ تم انسان ہو اور انسان کی عظمت یہ ہے کہ

اِنِّی جاَعِلٌ فِی الْاَرضِ خَلِیْفه

یہ حضور نے ہی تو ہمیں بتایا کہ انسان عام نہیں ہے، خدا کا خلیفہ بن کر آیا ہے۔ پھر ان کو بتایا جب تمہیں انسانیت کا مقام ملا ہے تم بتوں کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے اک زندگی گذاری تھی۔ یہ نہیں کہ ہماری طرح باتیں کر کے چلے گئے آپ کو پتہ نہیں کہ میرا کیا حال ہے، ہم نے تقریر سنی ہمارے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں، ان کی وہ بات مجھے بڑی اچھی لگتی ہے، میں ہنستا بھی ہوں اس پر۔ وہ کہتے ہیں بھئی جو مولوی اور علماء حضرات ہیں یا پیر فقیر ہیں ان کو اسٹیج پر ہی دیکھنا اچھا لگتا ہے۔ یہاں ان کو دیکھا جائے اگر آگے پیچھے ان کو دیکھیں گے تو ہمارا حال خراب ہو جاتا ہے۔ اس بات

میں کچھ وزن بھی ہے۔ کوئی بات کرنا آسان ہوتی ہے لیکن اس پر عمل کر کے دکھانا اور بات ہے۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی کو یاد کریں۔ سب قبائل کے لوگ موجود تھے۔ قریش کے کتنے ہی قبائل تھے بنو تمیم تھے، بنو اسد تھے، بنو مخزوم، بنو امیہ اور بنو ہاشم۔ سب لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے جبل صفا پر چڑھ کر، اب تو جبل صفا کو کاٹ دیا گیا ہے اس وقت کافی بڑی پہاڑی تھی، آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اس پر اور آپ ﷺ نے یا معشر القریش زور سے پکارا۔ سب لوگ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ ابو جہل بھی آ گیا، ابو لہب بھی آ گیا، جتنے لوگ بھی وہاں رئیس تھے، عام لوگ بھی گئے سب منتظر اور متوجہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا آپ کا کیا خیال ہے میرے بارے میں؟۔ کتنی بڑی بات ہے اپنی ذات کو احتساب کے لیے پیش کر رہے ہیں اور عام لوگوں کے سامنے نہیں جو آپ ﷺ کے دشمن تھے جو آپ ﷺ کے دعوت کے دشمن تھے جو آپ ﷺ کے جان کے درپے تھے ان کے سامنے کہہ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیسا پایا۔ خدا کی قسم میں قسم نہیں اٹھاتا تقریروں میں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں، اپنے آپ سے پوچھتا ہوں ہم میں سے کسی ایک کو جرأت ہے یہاں کھڑے ہو کر ان لوگوں سے کہے آپ کا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ کسی کو جرأت نہیں ہوگی کیونکہ ہر کسی کو اپنا پتہ ہے کہ میرا حال کیا ہے، میرا رویہ کیسا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے سب لوگوں کے سامنے پیش کیا اپنے آپ کو۔ یہ عظمت ہے میرے نبی کی۔ یہ شان ہے میرے نبی کا۔ یہ مقام ہے میرے نبی کا۔ اور آپ ﷺ نے جب ان سے سوال کیا تو سب نے یک زباں ہو کر کہا بے شک تو صادق بھی ہے اور امین بھی ہے۔ ابو جہل بھی کہہ رہا ہے جتنے کفار دشمن کھڑے ہیں سب کہہ رہے ہیں تو صادق بھی ہے اور تو امین بھی ہے۔ بچپن سے جوانی تک تجھے سچ بولتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے۔ یہ ہے عظمت، یہ ہے مقام۔ اس سے بڑا کوئی معجزہ دکھائے میرے نبی کا۔

امداد دینے اور لینے کا طریقہ

آج کل جس کسی کو بھی دیکھو تو زیادہ تر عام لوگوں کی زندگی بہت سے مشکلات کا شکار ہے، ہم جتنے بھی بااثر لوگ ہیں جن کو اللہ نے دیا ہے، جو بھی ان کی جان پہچان والے لوگ ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ ضرورت مند ہے ان کی ان کو مدد کرنی چاہیئے۔ کسی طرح سے بھی آپ کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں اپنے دوستوں کو بھی یہ نصیحت کرتا ہوں لیکن جس نے مدد حاصل کی اس کو بھی چاہیئے کہ اس کے اندر بھی غیرت انسانی ہو۔ وہ غیرت انسانی کیا ہے؟ وہ غیرت انسانی یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ مدد حاصل کرے اور جس طرح کوئی بندہ گرا ہوا ہوتا ہے اور کوئی اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاتا ہے پھر وہ اٹھ کر اس طرح چلتا ہے کہ دوبارہ میں نہ گروں وہ ایسے نہ کرے گا جو قدم چل کر پھر گر جائے کہ بھئی دو لوگ مجھے دیکھیں گے، پھر اٹھانے کے لیے آئیں گے پھر گر جائے تو عزت دار آدمی اس طرح نہیں کرتا۔ تو میں یہ بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس کسی کی مدد کر دی گئی ہے تو وہ یہ مدد حاصل کرنے کی عادت نہ بنائے۔ اس مدد سے اپنے آپ کو اس طرح مستحکم اور مضبوط کرے اور یہ ارادہ کرے کہ میں گروں گا نہیں بلکہ گرے ہوئے لوگوں کو اٹھانا شروع کر دوں گا۔

علم

علم صرف کتابوں کے لفظوں کا نام نہیں ہے بلکہ علم ایک احساس ہے، ایک فہم ہے، ایک پہچان ہے، ایک اخلاق ہے، ایک رویے کی بہتری ہے۔ یہ سب چیزیں اس علم کی اہم ترین جز ہیں اگرچہ کوئی بڑی کتابیں پڑھ لے پر یہ بنیادی تبدیلیاں اس میں نہ پیدا ہوسکیں تو اس نے کونسا علم حاصل کیا؟ ایسے علم حاصل کرنے والے یہودی عالموں کے متعلق ارشاد ہے کہ انہوں نے بہت علم حاصل کئے ہیں لیکن ان کا حال یہ ہے جیسے گدھے کے اوپر کتابیں لاد دی جائیں۔ سو بنیادی تبدیلی علم کی وہ تب آئے گی جب وہ علم والا نور ہمارے دل میں آئے، وہ پہچان ہمارے دماغ میں، وہ سوچ ہماری وسیع ہوجائے، ہمارے رویے میں بہتری آئے۔ ایسے نہ ہو کہ ہم سمجھ لیں کہ ہم بڑے عالم ہو گئے ہیں ماشاءاللہ آج بڑی دستار آ گئی، بڑی چادر بھی آ گئی اب ہم ان سب سے مختلف ہیں، یہ عام آدمی کچھ اور چیز ہیں ہم کوئی اور چیز۔ حقیقت میں عالم اس کو سمجھا جائے گا جو ایک آدمی کے ساتھ اپنی عام زندگی گذارنے کے قابل ہو۔

صدیقی عشق

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے ساتھ ایسا عشق تھا کہ آپ کی دوسری کوئی تمنا نہیں تھی کہ میں جہاد کروں یا فلاں نیکی کروں بلکہ آپ کی فقط تین خواہشیں تھیں جنؓ کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری پہلی خواہش یہ ہے کہ میری آنکھیں ہوں اور آنحضرت ﷺ کا چہرہ انور ہو۔ میں دیکھتا رہوں اس کے علاوہ میری کوئی خواہش کوئی طلب اور جستجو نہیں ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کو ایسا عشق ایسی محبت تھی کہ ایک دفعہ آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے قدموں پر قربان جاؤں میری ایسی حالت ہوگئی ہے کہ جب میں آپ کی خدمت عالیہ سے باہر جاتا ہوں تو جس طرف دیکھتا ہوں آپ نظر آتے ہیں۔ مشرق کی طرف دیکھوں، مغرب، شمال یا جنوب، جس طرف دیکھوں آپ نظر آتے ہیں۔ آسمان میں دیکھوں تو آپکا چہرہ انور نظر آتا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ بشری تقاضائیں میری ہیں۔ بشری کمزوریاں بھی ہیں میری، اگر میں جنگل میں قضائے حاجت کے خیال سے جاتا ہوں تو تب بھی مجھے آپ کا چہرہ انور نظر آتا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ بے ادبی تو نہیں ہے؟ میں بہت شرمندہ ہوں، بہت پریشان ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟۔ آقا و مولیٰ

آنحضرت ﷺ اپنے جاںنثار عاشق کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا صدیق تم خوش نصیب ہو۔ ایسی نعمت تو لاکھوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ ہم سے ایسی محبت تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تمہیں مبارک ہو۔ حضرت صدیق اکبر کو جیسی محبت آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ سے تھی ایسی محبت، ایسی نعمت کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دوسری خواہش کیا تھی؟ آپ فرماتے ہیں میری دوسری خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے زیادہ دولت دے انفاق مالی علیٰ رسول اللہ ﷺ

وہ تمام دولت میں اپنے حبیب، اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ پر قربان کرتا جاؤں۔ اسکے علاوہ کہیں بھی خرچ نہ کروں۔ فرمایا کہ تیسری خواہش یہ ہے کہ میری بیٹی جوان ہوجائے میں اسے اپنے حبیب آنحضرت ﷺ کو نکاح میں دوں تا کہ یہ قرب، یہ نیکی مجھے زیادہ عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ تینوں خواہشات پوری فرمائیں۔

حضرت صدیق اکبر کا جو تعلق حضور ﷺ کے ساتھ تھا اسکی مثال ملنا مشکل ہے اور ایسا ہی تعلق حضور ﷺ کا آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا دنیا میں جس نے مجھ پر احسان کیا، جس نے مجھ سے نیکی کی اس کا بدلہ بلکہ اس سے زیادہ میں نے دنیا میں اسے دے دیا لیکن صدیق اکبر نے میری جو خدمت کی، میری غلامی دی، مجھ پر اپنی جانی و مالی قربانیاں دیں اس کا بدلہ میں محمد ﷺ نہیں دے سکا ہوں۔ اسکا بدلہ میری طرف سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صدیق اکبر کو عطا فرمائے گا۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنے اس یار غار سے کتنی محبت تھی۔

سرمد

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوز دل پروانہ مگس را نہ دہند

یہ سرمد کہتا ہے بڑا مجذوب و مست گذرا ہے دارا شکوہ کے دور میں۔ وہ کہتا ہے اے سرمد! عشق کا جو غم ہے وہ حرص کے مارے ہوئے کو نہیں ملتا۔ دنیا کے پجاری کو نہیں ملتا۔ جو پروانے کا سوز و گداز ہے وہ مکھی کو نہیں ملتا۔ تو وہ بوالہوسی وقت پرستی نہیں چاہیے اور اس کے بعد مکھی کی طرح حرص بھی نہیں ہو۔ بھئی اور بھی زیادہ۔ وہاں بھی بیٹھ گئی، وہاں بھی بیٹھ گئی، وہاں بیٹھ گئی اور وہاں بھی بیٹھ گئی۔ یک راگیر محکم گیر۔ ایک کو پکڑ و اور مضبوط پکڑو۔

الہاوزاری

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو نقشبندیہ سلسلہ کے پیشوا ہیں وہ فرماتے ہیں، وہی بات جو میں پہلے کہہ رہا تھا کہ الہاوزاری بڑی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہمارے اندر انکساری، الہاوزاری کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ہم سجدے میں چلے گئے اور رونے لگے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنی بے بسی پیش کرنے لگے۔

نداریم غیر از تو فریادرس

توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

اے میرے رب العالمین توئی بخشنے والا ہے، تو ہی کرم فرمانے والا ہے۔ وہ فرماتے ہیں الہام ہوا اللہ کی طرف سے اے احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تمہیں ہم نے بخش دیا۔ ہم نے دیکھا رحمتِ الٰہی جوش میں ہے، وہاں سے عنایت ہو رہی ہے۔ فرماتے ہیں ہم نے اور زیادہ الہاوزاری شروع کر دی۔ اے میرے رب العالمین تیری رحمت کا تجھے واسطہ ہے، تیری سخاوت کا تجھے واسطہ، تیری مغفرت کا تجھے واسطہ ہے اور بھی مہربانی فرمادے۔ اور بھی مہربانی فرما۔ الہام ہوا قد غفرت لک ومن توصل بک

کہ ہم نے تجھے تو بخش دیا لیکن جس نے تیرے ہاتھ کو پکڑا ہے اس کو بھی بخش دیا ہے۔فرماتے ہیں ہمیں مسرت بھی ہو رہی تھی' خوشی بھی ہو رہی تھی لیکن سوچا آج احمد سرہندی ایسا موقعہ ملا ہے پھر کبھی شاید نہ ملے۔رحمت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں' مغفرت کے اعلان ہو رہے ہیں' بخششیں مل رہی ہیں' اعزاز و اکرام مل رہے ہیں تو امام ربانی فرماتے ہیں ہم نے اور الحاح و زاری شروع کر دی۔اے میرے رب العالمین میں اور بھی چاہتا ہوں۔میں اس سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔جتنی تیری رحمت ہے میں اتنا چاہتا ہوں۔اے احمد سرہندی کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رب العالمین تیرے حبیب کے صدقے' آقا کے صدقے میں چاہتا ہوں جو بھی طریقہ نقشبندیہ میں اس وقت داخل ہے' جو آگے داخل ہونگے ان سب کو مغفرت مل جائے۔سب کی بخشش کر دی جائے' سب کو معاف کر دیا جائے۔سب کو جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔کتنا پیار ہے ہمارے مشائخ کو ہم جیسے گنہگاروں سے۔جن کی وجہ سے' جن کے نام کے صدقے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔میرے سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ' حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔ان کا صدقہ ہے جو آج ہم یہاں جمع ہیں ورنہ تو مجھ جیسے خطا کار کو' سیاہ کار کو کون جانتا ہے۔میری حالت' میری کیفیت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کے شعر کی مانند ہے۔

اے دریغا کس نہ می داند مرا

گر بداند دم برآند مرا

کیا ہی اچھا ہے کوئی مجھے جانتا ہی نہیں۔کوئی مجھے جانتا ہی نہیں۔میرے اندر کو نہیں جانتا ہے۔میرے گناہوں کو نہیں جانتا' میری سیاہیوں کو نہیں جانتا ہے اس لیے مجھے سر پر بٹھا رکھا ہے۔اگر وہ میری سیاہ کاریاں جان لے۔میری بد اعمالیاں جان لے۔تو مجھے یہاں

سے دھکے دیکر نکال دے۔ واللہ میں تو اس لائق ہوں لیکن اس کا کرم ہے اس کی مہربانی ہے کہ اتنی عزتیں مل رہی ہیں۔ میں قربان جاؤں ان الہاؤزاریوں پر جن کی وجہ سے عزتیں مل رہی ہیں - یہ میرا کمال نہیں ہے' میری کوئی حیثیت نہیں ہے' مجھے کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ یہ تو ان کا ہاتھ ہے' شفقت ہے' ان کی عنایت ہے' ان کی مہربانیاں ہیں کہ میں خطا در خطا کرتا چلا جارہا ہوں لیکن وہ اپنی سخاوت کے دروازے کبھی بند نہیں کرتے۔تو امام ربانی مجدد منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہاں اے احمد سرہندی تیری یہ حجت' تیری یہ الہاء زاری ہمیں پسند آئی جتنے بھی قیامت تک تیرے طریقت میں آئیں گے واسطے سے یا بلا واسطہ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَمَنْ تَوَصَّلَ بِکَ بِوَاسِطَةٍ اَوْبِلَاوَاسِطَةٍ سب کو بخش دیا۔قیامت تک آنے والے نقشبندیوں کو امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کر کے' جب وہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' وہ شکم مادر میں بھی نہیں آئے تھے' وہ دنیا میں پیدا بھی نہیں ہوئے' امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی بارگاہ میں الہاء زاری کر کے ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کی مغفرت کا سرٹیفکیٹ اللہ کی بارگاہ سے لے لیا۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم نقشبندی ہیں۔ کیوں کہ ہمارے طریقہ کے سالار اتنے فیاض ہیں۔

ذمہ داری

ایک بزرگ کہتا ہے ۔اے مچھلی کا شکار کرنے والے جب تم اپنے بڑے سے جال کوسمندر میں پھینکتے ہواور اس جال کوسمندر کی موجوں میں کھینچتے ہو کشتی کے ذریعے' لانچ کے ذریعے یا کسی جہاز کے ذریعے ۔تو دور سے مچھلی بھی تیرتی ہوئی آتی ہے ۔اگر وہ چاہے تو تمہارے جال کے آگے بھی تیر سکتی ہے لیکن کیسا قدرت کا نظام ہے وہ مچھلی تمہارے جال کے مخالف سمت میں سامنے سے آنے کی کوشش کرتی ہے اور سیدھی جال میں پھنس جاتی ہے اور تم اس کو پکڑ کر اپنے گھر میں لے آتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو میں نے شکار کیا۔ اے بے وقوف تم یہ نہیں سوچتے مچھلی نے اپنے آپ کو تمہارے اوپر فدا کر دیا ہے۔ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتی تھی، مچھلی چاہتی تھی اس انسان کا پیٹ بھلے مجھ سے بھر جائے' اس کی ضرورت پوری ہو جائے' اس کی اشتہا پوری ہو جائے اور تم کہتے ہو کہ میں اتنا سیانا شکاری تھا کہ اتنی مچھلیاں میں نے پکڑ لیں ۔ہم اور تم اللہ کی کائنات کے نظام کو سمجھتے کب ہیں؟ غور کب کرتے ہیں؟ فکر کب کرتے ہیں؟ ہم تو اپنے منہ میاں مٹھو بنے ہوئے ہیں کہ ہم جیسا تو کوئی ہے ہی نہیں ۔تو دوستو ہم اپنے کردار اور عمل پر غور کریں کہ کائنات میں جتنی چیزیں پیدا کر دی گئیں ہیں وہ اپنے کام سے لگی ہوئی ہیں ۔ میں نے

بہت سی مثالیں آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ وہ اب اپنی ذمہ داریاں نبھا رہی ہیں جو اللہ نے ان کے ذمہ لگا کر رکھی ہوتی ہیں لیکن اے انسان جو تمہاری ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ اللہ کو پہچانو اس سے تم مُکر گئے' اس سے تم غافل ہو گئے۔ میں نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

ہم نے انسان اور جنوں کو اس لیے پیدا کیا کہ عبادت کریں یعنی میری پہچان حاصل کریں۔ اس پہچان کو حاصل کرنے کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ جستجو ہمیں اپنے دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ علم حاصل کرنے کی ہمیں ضرورت ہے۔ تب انسان کہلوانے کے قابل بن سکیں گے۔

دعوت الی اللہ

اگر دعوت الی اللہ میں ایسے لوگوں سے سابقہ پڑ جائے، جو شکوک واوہام میں مبتلا اور داعی کے ساتھ بحث ومباحثہ پر آمادہ ہیں تو ایسی حالت میں بحث ومباحثہ (مجادلہ) کی اجازت دی گئی، مگر اس کے ساتھ بھی احسن کی شرط لگائی گئی۔ یعنی اس مجادلہ میں بھی لطف ونرمی اختیار کی جائے، ہٹ دھرمی کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ جو مجادلہ اس شرط سے خالی ہے اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں ایک اور آیہ مبارکہ کو بھی ذہن نشین کرنا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان کو حکم الٰہی ہوا کہ **فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ** اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے (عذاب الٰہی سے) (سورہ طٰہٰ آیت 44)

اب یہ بات ہر مبلغ ہر واعظ الی الحق کو ذہن نشین کرنی چاہیے کہ آج ہم جن لوگوں کو دعوت الی اللہ دیتے ہیں، بالفاظ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں ہیں۔ اور ہم میں کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کے برابر نہیں۔ لیکن کیا عجیب

بات ہے فرعون جیسا سرکش کافر جس کی موت بھی علم الحق میں کفر پر ہی ہونے والی ہو، اس کی طرف بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے اولی العزم پیارے پیغمبر کو داعی الی الحق بنا کر بھیجتے ہیں تو ان کو بھی امر ہوتا ہے فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا اس سے نرمی سے بات کرنا کیونکہ اس کا مقدر کچھ بھی ہے آپ کے شایان شان یہ ہے کہ آپ اس سے احسن طریقہ سے پیش آئیں۔

عورت کے ساتھ رویہ

دیہات میں ان حقوق سے جو کہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نے خواتین کو دیئے ہیں ان سے محروم ہیں۔ مرد ہر حال میں عورت کو اپنے حکم کا تابع دیکھنا چاہتا ہے، یہاں تک کہ بعض مرد حضرات اگر چاہیں عورت کو نماز سے روک دیتے ہیں، دیگر امور شرعی پر عمل کرنے میں حائل بن جاتے ہیں۔ اور وہ بعض افراد دین سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ نہ خود عمل کرتے ہیں اور اہل خانہ کو اجازت دیتے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ عورت اولاد پیدا کرنے کے لیے ہے، پکی پکائی روٹی وقت پر پہنچائے، گھر کے کام کاج کرے۔ اگر ان مندرجہ بالا کاموں میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو عورت کو مارنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف عورت شرعی امور پر عمل نہ کرے تو۔۔۔ حالانکہ شریعت کا امر اس کے برعکس ہے۔ بیشک مرد کے حقوق عورت پر بہت زیادہ ہیں، لیکن شریعت اس کی بھی اجازت نہیں دیتی کہ عورت اگر آپ کے کپڑے نہ دھوئے، کھانا نہ پکائے تو اس کو ماریں پیٹیں۔ اگر یہ سب کام عورت برضا وخوشی کرے تو یہ اس کا آپ پر احسان ہوگا، یہاں تک کہ عورت اس کی بھی مکلفہ نہیں ہے کہ آپ کی اولاد کو دودھ پلائے اور اس کی حفاظت کر، اس کا بندوبست مرد کو ہی کرنا ہے۔ ہاں اگر عورت نماز میں

سستی کرے تو شریعت مرد کو پابند بناتی ہے کہ وہ عورت کو نماز پر آمادہ کرے۔ سب سے پہلے محبت و پیار سے سمجھائے، نماز کے فضائل اور تارک نماز کے لیے وعیدیں بتائے۔ اگر وہ نماز شروع کر دے تو فبہا ورنہ تو اپنا بستر اس سے علیحدہ کر لے۔

صداقت اور امانت داری

میں ایک بات آپ سے کہتا ہوں ہاتھ باندھ کے آپ سے بھی اور اپنے آپ سے۔ بھئی امانتداری بھی ہے اور صداقت بھی ہے چلو ایک چیز ہم اختیار کریں کہ ہم صادق بن جائیں ہم سچ بولنا شروع کر دیں، سچے ہو جائیں جھوٹ سے ہم دامن چھڑا لیں تو کتنی مشکلیں ہماری آسان ہو جائیں گی۔ بابا سندھی میں کہتے ہیں ''سچ تہ بیٹو نچ''۔ کہتے تو بہت ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جھوٹ کے منہ میں خاک ''کوڑجي منهن ۾ ڌوڙ'' تم عاشق رسول ہو ایسی خوبصورت محفل میں آئے ہو۔ پہلی بات میں نے آپ کو عرض کی کہ اللہ کی محبت اور عشق کی بات اور اپنی ذات کی پہچان کی بات اور آقائے نامدار آنحضرت ﷺ کی ذات کی بات میں عرض کر رہا ہوں کہ صادق اور امین تھے۔ یہ دو چیزیں کسی میں پیدا ہو جائیں تو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہم اپنے اندر یہ چیز کریں جو کان لگاتے پھریں مجھ میں یا کسی اور میں یہ چیز ہو سکتی ہے کہ بھئی لوگ میری تعریف کر رہے ہیں یا نہیں، چادر میں نے اوڑھ لی ہے، عمامہ میں پہن لیا ہے لوگ مجھے سائیں سائیں کہہ رہے ہیں یا نہیں، بزرگ کہہ رہے ہیں یا نہیں، میرے ہاتھ چومتے ہیں یا نہیں، سچ پوچھیں تو یہ باتیں زمانے کے دستور میں چل رہی ہیں لیکن

مجھے تو مزا آتا ہے عام آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر جہاں نہ کوئی چھوٹا نہ بڑا۔ سب کوئی برابر ہے، مجھے اس ماحول میں مزا آتا ہے۔

جوہرعلوی

دوستو انسان کی جو پیدائش ہے۔ اس کی پیدائش دو جوہروں سے ہے۔ ایک جوہر سفلی ہے جس کا تعلق عام خلق سے ہے۔ اوراس میں ایک جوہر علو کا رکھا گیا ہے۔ جوہر علوی۔ جس کا تعلق مافوق الارض سے ہے اور جوہر سفلی اس کا جو تعلق ہے وہ ہمارے جسم کے ساتھ ہے۔ اور جو علو ہے، جوہر علوی ہے۔ اس کا تعلق ہمارے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔ یاد رکھو یہ ہمارا جوہر سفلی یعنی ہمارا جو جسم ہے، اعضاء ہیں یہ مریض ہو جاتے ہیں۔ ان کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ اب انسان اگر علاج نہ کرائے۔ اس بیمار جسم کو ڈاکٹر کی تلاش نہ ہو۔ اس کے پاس نہ پہنچے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے اس کو مرض ایسا پکڑ لیتا ہے کہ اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ قبر تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح ہمارا قلب اور روح ہے۔ یہ ایک نفیس جوہر ہے۔ لیکن اسکو بھی بیماری لاحق ہو سکتی ہے۔ اس کو بھی مرض لاحق ہوتا ہے۔ اگرچہ اس مرض کا ادراک ہم عقل سے نہیں کر سکتے۔ ذہن سے نہیں کر سکتے۔ اس کا ادراک وہ لوگ کرتے ہیں جن کو بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ جن کی قلب کی آنکھ روشن ہوتی ہے۔ جن کے دل کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جو مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں۔ وہ اس تمہارے قلب اور روح کے معالج

اور ڈاکٹر ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں جو اس دنیا کے تختے پر تشریف لائے۔

صحبت صالحین

ہمارے سندھ کے بڑے بزرگ گذرے ہیں حافظ محمد صدیق بھرچونڈی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ خلیفہ تھے حضرت مخدوم محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے غالباً۔ تو ان کی خدمت میں ایک فقیر آیا اس نے آ کر کہا سائیں میں آپ کے پاس آ رہا تھا ایک شخص نے مجھے روکا کہ کیوں تم جارہے ہو بھرچونڈی؟ یہاں گھر میں کیوں نہیں بیٹھتے؟ کیا یہاں اللہ نہیں ہے اور بھرچونڈی میں اللہ ہے؟ حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ لمحے سوچتے رہے اور پھر اس کو جواب دیا اس نے تجھے یہ کہا۔ اس نے کہا جی ہاں سائیں اس نے یہ کہا۔ آپ نے فرمایا پوری زمین میں پانی موجود ہے۔ پانی یہاں موجود ہے، زمیں موجود ہے لیکن پانی تجھے نہیں ملے گا۔ پانی تجھے ایسے نہیں ملے گا جب تک کہ تو نلکے کے پاس نہیں جائے گا۔ پانی نل سے ملتا ہے حالانکہ ہر جگہ موجود ہے۔ جب نلکے کے پاس جائے گا۔ تب تجھے پانی ملے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اللہ والوں کے پاس ملتا ہے موجود ہر جگہ ہے۔ اگر خدا کو پانا چاہتا ہے تو ان اللہ والوں کے پاس جانا پڑے گا۔ ایسے تجھے اللہ نہیں مل سکتا۔ تو اس لیے قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔

صبح شام اللہ کو یاد کرو اور ان کے ساتھ بیٹھو جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ انکے ساتھ رہو جو سچے ہیں، ان کے ساتھ رہو، ساتھ بیٹھو جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ رہو جو متقی ہیں۔ ان کے ساتھ رہو جو محسنین ہیں۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا ہوں تم بھی ان کے ساتھ آ کر بیٹھو میں تجھے وہاں ملوں گا۔ تو اس لیے میرے دوستو اعمال صالحہ جو اللہ والوں کے ساتھ، ذکر والوں کے ساتھ ادا کیے جائیں ان کا مزا کچھ اور ہی ہوتا ہے۔

اخلاقِ نبوی

الخلق عيال الله

جمیع مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جمیع مخلوق سے محبت کرو۔ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔ایک صحابی فرماتا ہے کہ ہم مدینہ منورہ میں ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ رونق افروز تھے۔اچانک چند لوگ جنازہ لے کر گذرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی نظر جب پڑی تو آپ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ہم آپ کی اطاعت میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیران ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ یہودی وہ ہے جسکا جنازہ جا رہا ہے جو آپ ﷺ کا دشمن ہے، جو دین اسلام کا مخالف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ یہودی ہے تو کیا ہوا۔انسان تو ہے اور انسان ہونے کے ناطے ہمارا حق بنتا ہے۔اس سے اندازہ لگاؤ کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک کو مخلوق کے پیار سے اللہ تعالیٰ نے کتنا لبریز کر دیا تھا۔وہ طائف کے انسان جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے۔ جنہوں نے آپ پر کتے چھوڑے۔ جنہوں نے آپ کو تکلیف اور ایذا دیں۔ اپنے لوفر لڑکوں کو بھیجا جو آپ کے پیچھے سیٹیاں بجاتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں، اتنی تکلیف اور ایذا کسی دوسری جگہ تبلیغ کی وجہ سے نہیں ملی تھی جتنی طائف کے میدان میں آپ کو دی گئی لیکن آپ کا حوصلہ دیکھیں، آپ

کی محبت دیکھیں، آپ کی شفقت دیکھیں، فتح مکہ کے دن جب مکہ مکرمہ کے ارد گرد رہنے والے تمام قبیلے قطار در قطار اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، طائف کے وہ لوگ جو آپ کے دشمن تھے، جنہوں نے آپ کو تکلیفیں دی تھیں۔ ان میں سے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ صحابہ کرام کا لشکر دس ہزار سے زیادہ فوج پر مشتمل ہے۔ اس سے بھی زیادہ فوج مسلم موجود ہے۔ کسی کو ہمت نہیں کہ آپ کے سامنے کچھ کہے۔ طائف والے ایک چھوٹے علاقے، ایک چھوٹے قبیلے کے رہنے والے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان تمام باتوں کو بھلا دیا کہ ان لوگوں نے طائف میں ہمارے ساتھ کیا کیا تھا۔ پینے کے لیے پانی نہیں دیا تھا بلکہ پتھر برسائے تھے۔ کتے چھوڑے تھے، ان آوارہ لڑکوں کو چھوڑا جو حضور ﷺ کی دل آزاری کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دوسروں سے زیادہ طائف والوں کو پیار دیا۔ حرم کعبہ کے قریب صحن میں بڑا خیمہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ طائف والوں سے خاص ہے۔ وہ طائف والے جو آپ پر ظلم کرتے تھے اور پتھر برساتے تھے وہ اس خیمہ میں رہتے ہیں۔ ہر وقت اپنی نگرانی میں آپ کھانا بھیجتے ہیں۔ تحفے بھیجتے ہیں۔ کچھ دن رہنے کے بعد آپ کے اخلاق مبارک، محبت و شفقت دیکھ کر وہ اتنے متاثر ہوئے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں یہ اخلاق نبوی ہے۔

اے مسلمان تجھ میں وہ اخلاق پیدا ہونا چاہیے، تجھ میں وہ صبر و تحمل و بردباری پیدا ہونی چاہیے، اس کے سوا تو کبھی کامیابی اور کامرانی حاصل نہیں کر سکتا۔ جو تم دعویٰ کرتے ہو کہ فلاں ملک کو فتح کر دیں گے، وہاں اسلام کا جھنڈا سر بلند کر دیں گے۔ یہ اسلحے اور بندوقوں سے نہیں ہوگا بلکہ یہ اخلاق نبوی سے ممکن ہے۔ جب تک تمہارے اندر وہ اخلاق پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک تمہارے دل میں رحم والا مادہ پیدا نہیں ہوتا تب تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

دریائے رحمت

کبھی ایسے شخص کو آپ نے دیکھا ہے۔ اگر نہیں دیکھا تو اس کے متعلق آپ کیا سوچتے ہیں کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا اور وہ پیاس پیاس پکارتا ہے، کہتا ہے مجھے پیاس لگی ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا اس شخص کے متعلق جس کے گھٹنوں کے نیچے سونے کے انبار، خزانہ، چاندی، نقد پیسے سینکڑوں موجود ہیں۔ اور وہ مفلسی کا رونا روتا ہو کہ میں مفلس ہوں۔ میں قلاش ہوں۔ میں تہہ دست ہوں۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ دوستو کیا ہمارا حال بھی وہ تو نہیں کہ ہم دریائے رحمت کے کنارے موجود ہوں اور یہ بھی شکایت دل میں رکھتے ہوں کہ ہم ابھی تک محروم ہیں اور ہمیں کچھ نہیں مل سکا۔ کیا ہمارا حال بھی اس خزانے والے کی طرح تو نہیں خزانہ اس کے پاس موجود ہے لیکن اس کی توجہ خزانہ کی طرف نہیں ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں موجود دو تین، تین روپے یا ٹکے پیسے میں آنکھ لگائے بیٹھا ہے یہ مجھے ملیں گے۔

ظاہر و باطن

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا وہ دو غلام بازار سے خرید لایا۔ مثنوی شریف کتاب ضرور پڑھیں بہت ہی عظیم کتاب ہے۔ تو وہ دو غلاموں کو خرید کر لایا ان میں ایک حسین تھا' خوبصورت تھا' اس کا رنگ گورا تھا' اس کے نقوش نگار اچھے تھے' قد اس کا لمبا تھا' لباس اس کا صاف ستھرا تھا اور خوشبوء اس کے بدن میں تھی' عطر لگایا ہو گا لیکن جو دوسرا غلام اس نے لیا وہ قد کا بھی ہلکا تھا' رنگت اس کی کالی تھی' دانت اس کے پیلے تھے' کپڑے اس کے میلے تھے' بدن میں اس کے بدبو تھی۔ دونوں کو وہ لے آیا حیرت کی بات ہے ایک ہی وقت میں بظاہر دو متضاد شخصیتوں کو لے آیا لیکن اس نے چاہا کہ لے تو آیا ہوں اب ان کا انٹرویو (Interview) کروں یہ ہمارے لیے درس ہے۔ تو جو حسین جمیل اور خوبصورت نظر آ رہا تھا اس کو اس نے تنہائی میں بلایا کہ بھئی آپ کا کیا خیال ہے آپ کیسے ہیں اپنے بارے میں بتاؤ۔ اس نے کہا میں راگ گا بھی سکتا ہوں' پکا بھی سکتا ہوں' دھلائی بھی جانتا ہوں' میں یہ بھی ہوں' میں وہ بھی ہوں بڑی باتیں شروع کر دیں۔ وہ آقا خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر اس سے پوچھا کہ اچھا وہ جو بیٹھا ہوا ہے سامنے اس کا کیا حال ہے؟ جب آقا نے اس کے بارے میں پوچھا

تو اس نے ناک چڑھائی کہ وہ تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ گنوار ہے' تربیت نہیں پائی' علم نہیں رکھتا' اس کو کچھ بھی نہیں آتا' بدن کو صاف نہیں رکھتا' کپڑے صاف نہیں پہنتا' یہ جہاں بھی جاتا ہے دھکے کھاتا ہے۔ آقا نے کہا اچھی بات ہے تم نے مجھے بتا دیا دراصل میں تو کسی کو اپنا ایک والی مقرر کرنا چاہتا ہوں اس لیے آپ دونوں کو لایا ہوں کہ آپ میں سے کسی ایک منتخب کروں۔ اس نے کہا میں اچھا ہوں اور میں اس کا حقدار ہوں کیونکہ سب چیزیں میرے اندر ہیں۔ اس نے کہا جا کر تم نہاؤ تھکے ہوئے ہو' میں تھوڑے ٹائم کے بعد تم سے پھر بات کروں گا۔ جب وہ چلا گیا اس سیاہ رنگت والے کو' اس میلے کچیلے شخص کو جس کے بال بھی بلکل ٹھیک نہیں تھے' رنگت بھی اس کی کالی تھی ' کپڑے بھی اس کے میلے تھے' قد بھی اس کا چھوٹا تھا' اس کے کپڑوں میں بھی بدبوء تھی۔ اس کو بلایا اس سے پوچھا کہ بھئی تمہارا اپنے بارے میں کیا کہنا ہے؟ تم کیسے ہو؟ اس نے کہا اے میرے آقا! میری نہ تو شکل وصورت اچھی ہے نہ ہی مجھ میں کوئی ایسی خاص چیز ہے بس یہ ہے کہ جیسے آپ کا حکم ہوگا وہ ہی کروں گا۔ آقا نے اس سے دوسرے غلام کے متعلق دریافت کیا کہ وہ دوسرا غلام جو ہے وہ کیسا ہے؟ اس نے کہا آقا وہ بہت اچھا ہے' وہ گا بھی سکتا ہے' شاعر بھی ہے' کھانا بھی پکا سکتا ہے وہ تو سب جانتا ہے۔ یہ سن کر آقا نے اس غلام کو جو بہت حسین تھا اور خود کو بہت کچھ سمجھتا تھا' اس کو بلایا اور کہا کہ اگرچہ تیرا ظاہر خوبصورت ہے۔ اچھا ہے لیکن تیرا باطن اس سے بالکل مختلف ہے اور جو دوسرا غلام ہے اگرچہ ظاہر میں وہ میلا کچیلا اور اتنا خوبصورت نہیں ہے مگر اس کا باطن بہت ہی خوبصورت ہے' اچھا ہے اس لیے میں اس کو والی بناتا ہوں اور تمہیں اس کا دربان بناتا ہوں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے انسانو! وہ ایک آقا اپنے غلاموں کی پہچان رکھتا تھا' ان کو سمجھتا تھا اور پھر وہ فیصلہ کرتا تھا اور ان کی اندرونی کیفیت کی بنیاد پر کہ اس کے اندر کس قدر محبت ہے' اطاعت ہے اور صفائی ہے۔ اے انسانو! تم بھی اللہ کی

عبدیت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن کیا تم کو پتہ ہے کہ ہماری یہ چرب زبانی، ہوشیاری، چالاکی وہاں کام نہیں آئیگی کہ میں یہ ہوں، میں وہ ہوں۔ جس طرح کہ ہم کہتے ہیں جب کسی سے ملتے ہیں، ہاتھ ملاتے ہیں سائیں فلاں صاحب، فلاں علامہ، فلاں بزرگ، فلاں خلیفہ اور پھر ساتھ میں یہ بھی کہتے ہیں دو حج میں نے کیے ہیں، میں نے دو عمرے کیے ہیں۔ بھئی یہ عمرے اس لیے کیے کہ تم مجھے بتاؤ یا اس لیے کہ لوگوں کو بتاؤ۔ اس طرح کی جو ذہنیت ہے کیا اس ذہنیت کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو سکیں گے؟۔

حقوق العباد

عبادات بے شک بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔اس سے کوئی انکارنہیں ہے لیکن صرف عبادات تک محدود رہنے والے لوگ' دین کے باقی حصے یعنی حقوق العباد کو چھوڑنے والے لوگ کہ والدین' پڑوسی' بیٹے اور بیٹیاں' گھر والے' مسلمان اور جتنے بھی انسان ہیں' ان کے حقوق جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد کیے ہیں۔ان سے اگر ہم صرف نظر کر لیتے ہیں تو پھر عبادات جس طرح حدیث میں۔ہے کہ دین کے دس حصوں میں سے عبادت ایک حصہ ہے۔نو حصے حقوق العباد ہیں جن کو ہم نظر انداز کر رہے ہیں۔نماز پر تو اس لیے ہمارا شوق بڑھ جاتا ہے کہ لوگ ہمیں مسجد میں دیکھ کر ہمارے لیے اچھا گمان ڈال دیتے ہیں کہ ہاں یہ نمازی ہے لیکن نماز پڑھنے کے بعد اگر وہ گھر میں آ کر ایسے ایسے کام کرے جس سے شیطان بھی شرما جائے' جھوٹ بولے' لوگوں پر ظلم کرے' ماں باپ کی بے فرمانی کرے' پڑوسیوں کے ساتھ ظلم کرے تو پھر اس کی نمازیں آخرت میں انہی لوگوں تک پہنچ جائیں گی اور یہ خالی کا خالی رہ جائے گا کیونکہ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔تو وہ نو حصے دین کے آپ اور ہم مت بھلائیں۔

شُکر

مَا یَفعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُم اِن شَکَرتُم وَاٰمَنتُم

اگرتم شکر کرواور ایماندار ہو جاؤ تو خدا تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا؟۔ میں تم سے پوچھتا ہوں شکر کب ہوگا؟ شکر تب ہوگا جب نعمت تمہیں نظر آئیگی۔ اگر تمہارے نظر کے سامنے کوئی نعمت ہی نہیں ہے تو شکر کس چیز کا کروگے۔ اس زمین پر جتنی بھی تخلیقات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ یہ سب نعمتیں ہیں۔ اب اگر تم ان چیزوں کو حاصل کر لیتے ہو اپنی محنت سے' اپنی کوشش سے' اپنی تجارت سے اور اس کو مِن اللہ یعنی اللہ کی طرف سے سمجھتے ہو تو کہو گے یہ نعمت ہے یعنی کہ انعام ہے اللہ کی طرف سے۔ تم نے خود مزدوری کی یا تجارت کی۔ جب وہ چیز آپکے ہاتھ میں آئیگی تو آپ کہیں گے کہ یہ نعمت مجھے مل گئی۔ جب یہ نعمت تمہیں نظر آئیگی پھر تم شکر کروگے اور شکر کرنے کا اللہ نے بہت زیادہ تاکید فرمایا ہے کہ میرے شکر گذار بندے بن جاؤ۔ تو اس آیت میں بھی اللہ فرماتا ہے کہ اگر تم شکر گذار بن جاؤ اور ایمان والے بن جاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دیکر کیا کریگا۔ میں ترجمہ عرض کر رہا ہوں یعنی دو باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایمان بھی اور اسکے ساتھ تم شکر گذار بندے بھی بن جاؤ۔ جب یہ دو چیزیں تمہارے اندر آجائیں گی تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیکر کیا

کریگا؟ وہ تو بڑا مہربان ہے۔ وہ تو بڑا شفیق ہے۔ تو نعمتوں کو نظر آنا چاہیے اور نعمتیں اس کو نظر آئیں گی یعنی انعام جب کوئی ایسا شخص آپکو تحفہ دیدے جس سے آپکی محبت ہو۔ اگر کوئی ایسا شخص آپ کو تحفہ دیتا ہے جس سے آپ کی محبت نہ ہو تو اس سے لینا بھی پسند نہیں کرو گے'' بھئی تم کون ہوتے ہو مجھے پیسے دینے والے'' یا تمہیں کوئی تحفہ دیدے تو ہوسکتا ہے تم اسے پسند ہی نہ کرو لیکن اگر ایسا شخص دے جس کے ساتھ آپکی محبت ہے' جس سے تمہارا پیار ہے' جس سے تمہاری دلی الفت ہے تو پھر تم ہر جگہ اس کی ثنا خوانی کرتے پھرو گے'' بھئی اس نے یہ پیسے مجھے دیے ہیں'' کیونکہ اس کے ساتھ تمہاری محبت ہے' تمہارا انس ہے۔ یہی کچھ صورت حال اے انسانو ہماری ہے۔ اللہ تعالیٰ تو نعمتیں سب کو دیتا ہے لیکن بیشمار لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں جانتے' اس سے پیار نہیں کرتے' ان کے قلوب اس کے پیار سے خالی ہیں۔ تو ان نعمتوں کی شکر ادیگی کا ڈھنگ اور سلیقہ ہی ان کو نہیں آتا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی دل میں اللہ کی محبت اور پیار ہوتا ہے پھر جب ان کو من اللہ کوئی چیز مل جاتی ہے یعنی کوئی بھی چیز۔ بظاہر انہوں نے خود محنت کی تو پھر بھی وہ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور پھر اس نعمت سے انہیں پیار ہو جاتا ہے اور اس پیار کی وجہ سے خدا کی شکر ادائی کرتے ہیں۔ شکر ادائی صرف زبان سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ دل سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ سراپا شکر بن جاتا ہے۔ وہ لمحہ لمحہ اپنے رب کی نعمتوں پر بچھ بچھ جاتے ہیں۔

وراثت نبوی

بیشک تم ڈاکٹر بھی بنو، انجنیئر بھی بن جاؤ اور اسکی ضرورت بھی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالاجی کے میدان میں ہمارے نوجوانوں کو آگے بڑھنا چاہیے لیکن جو وراثت نبوی ہے ' وراثت مصطفوی ہے' فیضان نبوی ہے' جو عنایت نبوی ہے وہ چیزیں بھی ہمارے اندر ہونی چاہییں۔ یہ سرمایہ ہمارے سینے میں ہونا چاہیے۔ کیا حسین منظر ہوگا جب ایک سائنسدان بھی ہو' ایک ڈاکٹر بھی ہو' ایک انجنیئر بھی ہو' سب چیزیں اس کے اندر موجود ہوں اور اس کے ساتھ اس کے سینے میں ایمان کامل بھی ہو' عشق رسول بھی ہو اور اس کا عمل سنت نبوی کے مطابق ہو۔ مخلوق خدا پر مہربان ہو۔ جب یہ سب چیزیں اس میں اکھٹی ہو جائیں گی میں سمجھتا ہوں کامیابی ہم سے دور نہیں ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہونگے۔ آقا و مولیٰ آنخضرت ﷺ کے نظر سے ایسے لوگ پیدا ہونگے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا **مثل الامتی کمثل مطر**

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ بارش کا اول اچھا ہے یا آخر۔ اسی بارش کی طرح میری امت بھی ہے۔

طریقہ تبلیغ

تو اس موجودہ زمانے میں ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں سب سے زیادہ جس انداز میں تبلیغ کی ضرورت ہے وہ ہم نے ابھی تک استعمال نہیں کیا۔ جب تک ہم محبت اپنے دل میں رکھتے ہوئے، صحیح محبت رکھتے ہوئے یہ نہیں کہ ہم سب لوگوں کو خراب سمجھیں، غلط سمجھیں، یہ بھی کافر ہے، وہ بھی کافر ہے، وہ بھی گمراہ ہے، یہ بھی گمراہ ہے۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والا کبھی بھی لوگوں کی دلوں کو جیت نہیں سکتا۔ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ ان لوگوں سے کس طرح محبت رکھتے تھے کبھی بھی کسی کو یہ نہیں کہا کہ یہ ہو تم، وہ ہو تم۔ نہیں ان کو پیار اور محبت سے سمجھایا، نرمی سے سمجھایا حتیٰ کہ ایسے لوگ جن سے صریحاً غلطی ہوئی، کھلی غلطی ہوئی لیکن ان کو بھی آپ ﷺ نے سخت الفاظ سے نہیں ڈانٹا۔ کہاں گئے وہ اخلاق؟ کہاں گئیں وہ عادات؟ جس اصلاح کا نام لیتے ہیں وہ یہی تو اخلاق حمیدہ ہیں۔ میں ایک واقعہ پڑھ رہا تھا کہ ابن ابی مشہور منافق تھا جب وہ بیمار ہوا، آنحضرت ﷺ اس کی طبع پرسی کے لیے خود تشریف لے گئے حالانکہ یہ وہ شخص تھا جو چوبیس گھنٹے دشمنان اسلام سے رابطے رکھتا تھا۔ ان سے مل ملاتا رہتا تھا۔ کبھی ادھر بھاگتا، کبھی ادھر بھاگتا، سمجھتا تھا کہ ان سب کو ملا کر ہم اسلام کو نیست و نابود کر دیں گے۔ لیکن آنحضرت ﷺ

طبع پرسی کے لیے جارہے ہیں ایک منافق کی طرف۔ جب آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو اس نے عرض کیا کیونکہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھا' اس کو پتا تھا کہ وہ مرنے والا ہے' اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ایک گذارش ہے وہ قبول کرلی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کہو۔ اس نے کہا میری ایک تمنا ہے جب میں مرجاؤں تو مجھے اپنی قمیص عطا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عطا کردیں گے۔ اس نے کہا میری نماز جنازہ بھی آپ ﷺ پڑھائیں۔ سوچنے کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پڑھائیں گے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اس نے آدمی بھیجا کہ حضور اکرم ﷺ مجھ سے وعدہ کر گئے ہیں کہ وہ قمیص عطا کریں گے۔ تو آنخضرت ﷺ نے اپنی قمیص' اوپر کا جو لباس تھا اس کی طرف روانہ کردیا۔ اس نے فوراً عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اوپر والی قمیص نہیں مجھے وہ چاہیے جو ہمیشہ آپ ﷺ کے جسم کے ساتھ مس رہتی ہے۔ دیکھو! منافق بھی سمجھتا تھا' جو پوری زندگی دشمنی کرتا رہا وہ بھی سمجھتا تھا یہ برحق ہیں اور ان کی طرف سے اگر کچھ مجھے عطا ہوگیا تو مجھے نجات مل سکتی ہے۔ وہ بھی امید رکھتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے وہ اندر جسم کے ساتھ جو قمیص پہنتے تھے وہ اس کی طرف روانہ کردی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑے غیور اور کفار و منافقوں کے خلاف سخت غصے رکھنے والے صحابی رسول تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کا جسم اطہر پاک' آپ ﷺ کا لباس مبارک پاک اور اس پلید شخص کو دے رہے ہیں۔ ناپاک شخص کو دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر ہم اس کو قمیص اس لیے نہیں دے رہے ہیں کہ اس قمیص سے اس کو کچھ فائدہ پہنچے' اس لیے دے رہے ہیں جو اور لوگ اس کے ساتھ بیٹھے ہیں شاید ان کی ہدایت کا راستہ نکل آئے۔ آپ ﷺ نے قمیص روانہ کردی۔ خیر وہ تو مرگیا لیکن بعد میں دیگر منافقین نے جب دیکھا کہ ہمارا جو بڑا تھا اور ساری زندگی آنخضرت ﷺ کی دشمنی کرتا رہا اور ان کے خلاف بدزبانی کرتا رہا' مخالفت

کرتا رہا تو ایسا شخص بھی ان کے لباس میں اتنی امید رکھتا ہے کہ اس کے ذریعے اس کو نجات مل سکتی ہے۔ آخرت میں نجات مل سکتی ہے یعنی یہ شخص بھی آپ ﷺ کو دل سے برحق سمجھتا تھا۔ فوراً وہ دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور وہ تائب ہوئے' اسی روز نفاق سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ خلق نبوی تھا۔

میلاد شریف

یہ میلا دشریف کا مہینہ ہے۔عاشقوں کے دلوں میں عشق کے اضافہ کامہینہ ہے۔آج حضورﷺ کی شان بیان کرنے کا مہینہ ہے۔لیکن میرے دوستو افسوس ہے ہم پر کہ ہمارا عشق سال میں صرف ایک مہینہ چلتا ہے یا صرف ایک دن چلتا ہے، یا صرف ایک ہفتہ چلتا ہے، یا صرف ایک جلسے پر پورا ہو جاتا ہے۔کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عشق یہی تھا؟ کیا اولیاء اللہ کا عشق اسی طرح تھا کہ صرف ایک مہینہ میلا دمنائیں اور باقی پورا سال خاموش بیٹھ جائیں؟ نہیں میرے دوستو۔آپ اور ہم اگر عشق کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان عاشقوں کو دیکھو جو میرے آقا کے اصحاب تھے، جو جانثار لوگ تھے، وہ میلاد صرف ربیع الاول میں نہیں منایا کرتے تھے بلکہ پورا سال میلا دمناتے تھے۔ ہر دن ان کے دل میں عشق کا اضافہ۔ ہر دن ان کی محبت میں اضافہ۔ ہر دن ان کا سنت پر عمل میں اضافہ تھا۔کبھی جہاد کے لیے جا رہے ہیں، کبھی آقا کی صحبت میں آرہے ہیں، کبھی سخاوت کر رہے ہیں، کبھی ایثار سے کام لے رہے ہیں، کبھی پڑوسیوں کی خبر گیری کر رہے ہیں۔جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات یہ ناچیز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں سے جب پوچھا جاتا تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہاں ملیں گے۔تو

تین جگہیں بتائی جاتی تھیں کہ یا تو مسجد میں ہوں گے یا غریب، بیوہ اور یتیموں کے دروازوں پر ہوں گے اور ان کو کچھ دے رہے ہوں گے یا بیماروں کے پاس ہوں گے اور ان کی طبع پرسی کر رہے ہوں گے۔ یہ امام کا عمل تھا اور ان کا کردار تھا۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

اورنگزیب یا جہانگیر کی صحبت میں یا واللہ اعلم باالصواب یہاں پنجاب کا کوئی گورنر تھا وہ اس کے ساتھ لاہور میں دعوت پر بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایسے ہی بات چلی اورنگزیب نے پوچھنا شروع کیا تمہاری عمر کیا ہے؟ تمہاری عمر کیا ہے؟ تو وہ جو اسکی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا لاہور کا گورنر یا کوئی وہ سفید ریش تھا۔ اس سے اس نے پوچھا کہ اے گورنر صاحب تمہاری عمر کیا ہے؟ اس نے سوچ کر عرض کیا بادشاہ سلامت میری عمر دو سال ہے۔ بڑا ناراض ہو گیا بادشاہ۔ تم مذاق کرتا ہے، آداب شاہی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تمہاری اتنی بڑی عمر ہے، سفید داڑھی ہو گئی ہے، کہتا ہے کہ دو سال عمر ہے۔ اس نے عرض کیا قبلہ اس کی ایک حقیقت ہے، اس کا ایک مقصد ہے۔ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا حضرتا میں پہلے تو زندگی گذار چکا وہ تو میری ایسی ہی چلی گئی وہ تو رائگان چلی گئی لیکن ابھی دو سال ہوئے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی کی صحبت میں گیا ہوں، ان کی بیعت ہوا ہوں، تب میرے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف میرے دل کا توجہ ہوا ہے اور اس کا ذکر کر رہا ہوں اب میں سمجھتا ہوں کہ زندگی یہ ہے۔ باقی تو میری ایسی ہی چلی گئی۔ وہ زندگی ہے ہی نہیں شرمندگی ہے۔

تقاضائے عشق

یہاں جس چیز کی جستجو اور طلب میں ہم جمع ہوئے ہیں وہ چیز کیا ہے؟ اس پر ہمیں دھیان دینا چاہیے۔ آپ ذکر کی بات سن رہے تھے، آپ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی محبت اور عشق کی بات سن رہے تھے، آپ ایک اچھے انسان کی عادات اور اوصاف کی باتیں سن رہے تھے، خدا کے نیک بندوں اور ولیوں کی باتیں سن رہے تھے۔ یہ سب سنتے ہوئے ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں؟ یہ سب ان کی باتیں ہو گئیں۔ ہم کیا کریں؟ آخر ہماری بھی کچھ ڈیوٹی ہے یا صرف ہم اولیاء اللہ کے قصے سنیں گے اور کہیں گے ہاں سبحان اللہ۔ ہم صرف ان نیک لوگوں کے اخلاق اور کردار کی باتیں سنیں گے اور کہیں گے ہاں سبحان اللہ اور پھر جب اٹھ کر جائیں گے تو وہی کچھ کریں گے جو پہلے کر رہے تھے۔ اس طرح سے کبھی بھی ہم اپنی انسانیت کی معراج کو نہیں پا سکتے۔ آپ کی عقیدت بہت اچھی ہے، آپ کی محبت بہت اچھی ہے، آپ کا عشق بہت اچھا ہے لیکن اس محبت اور عشق کی تقاضائیں ہوتی ہیں۔

جذب

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے دل میں کشش اور انس کا پیدا ہونا (مزید تفصیلات اوپر ذکر کی گئیں) یہ نعمت فضلی ووہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ یہ عظیم مقام محنت، ریاضت، چلہ کشی یا فاقہ کشی کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جائے تو ہر عبادت اور تقویٰ سے افضل تر ہے۔ **الجذبة من جذبات الله خير من عبادة الثقلين۔**

ایں سعادت بزور نیست، تانجشد خدائے بخشندہ

یہ عاجز ناچیز جب ان اوقات کو یاد کرتا ہے جو میرے محبوب مرشد کی صحبت میں گذرے، اور اس پیار، محبت، شفقت کو یاد کرتا ہے جو آپ کو اپنے ہر ایک غلام سے تھی، جب آپ اپنے غلاموں فقیروں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب آنحضرت علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی ترجمانی فرماتے تھے، اور نورانی الفاظ واقوال رحمت خداوندی کی صورت میں آپ کی زبان حق ترجمان سے پھولوں کی طرح جھڑتے تھے تو فیض کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہم گنہگاروں کے سینوں میں امنڈ چلا آتا تھا، جس سے تنگ وتاریک، ویران وبنجر قلوب سیراب ہو جاتے، آباد ہو جاتے اور محبت خداوندی کے پودے اگ جاتے۔ جو جاہل ہوتے وہ آپ کی محفل سے

عالم بن کر اٹھتے، جو گنہگار ہوتے وہ نیکوکار متقی و پرہیزگار بن جاتے۔ یہ سب کچھ یاد کر کے یہ عاجز ناچیز بڑی شدت سے یہ تمنا کرتا ہے کہ۔۔ اے کاش وہ رحمتیں اور برکتیں ایک بار پھر لوٹ آئیں، آپ کے فیوض و برکات کی وہ بارانی پھر سے ہمارے قلوب پر ہو جائے۔ وہ گفتار جو کہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی گفتار تھی ایک پھر ہمیں اس کے سننے کا شرف حاصل ہو۔ مرشد مربی قلبی و روحی فداہ نور اللہ مرقدہ کی صحبت و زیارت ہمیں میسر آ جائے اور اس کے عوض چاہے جو کچھ اموال واولاد کی صورت میں اس عاجز کے پاس ہے اس کی قربانی کیوں نہ دینا پڑے، ایک بار نہیں ہزار بار دینے سے یہ دولت ملے پھر بھی یہ سودا (تجارت) سستا ہے، کیونکہ زندگی تو وہ ہے جو محبوب کی معیت میں گذرے۔

اوقات آں بود کہ با یار بسر رفت

باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اس قدر اپنے شیخ کی تعریف کیونکر؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ بھائی! دنیا میں انسان ایک دوسرے کے کام آتے ہیں، روپے دو روپے، آنے دو آنے کا فائدہ پہنچاتے ہیں، پھر جو کوئی ایسے محسن کا احسان یاد رکھے اس کو کوئی اچھا کہتا ہے، اور جو یاد نہ رکھے اس کو احسان فراموش کہا جاتا ہے، دنیاوی فائدے اور نفع تو وقتی، عارضی، فانی ہوتے ہیں، جبکہ دینی فائدے دائمی اور مستقل ہوتے ہیں۔

الحمدللہ تعالیٰ کامل مرشد کی صحبت سے قلب تکبر، ریا، کینہ، حسد سے پاک ہو جاتا ہے اور دل سے دنیا کی محبت رخصت ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا جس کی محبت کے متعلق میرے آقا و مولیٰ آنحضرت علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات نے فرمایا: حب الدنیا راس کل خطیئة کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ قتل، ڈاکے، چوری، ملاوٹ وغیرہم یہ سب کچھ اس حب دنیا کی وجہ سے ہے۔

عبدیت کے تقاضے

خدا تعالیٰ نے انسان کے لیے اس دنیا میں بے شمار کھانے پینے کی چیزیں بنائی ہیں۔ بظاہر تو ان چیزوں کو بنانے کا ذریعہ ہم انسان بنتے ہیں۔ جیسے ایک خوش ذائقہ طعام تیار ہو گیا۔ مگر کتنی چیزیں اس میں ڈالی گئیں ہونگی یہ آپ خود سوچیں۔ اس میں کچھ گھی بھی ہوگا' اس میں پیاز ڈالی گئی ہوگی' اس میں گوشت ڈالا گیا ہوگا' اس میں مصالحہ ہونگے بیسوں قسم کے۔ یہ سب چیزیں اللہ نے اس زمین میں' اس کائنات میں بکھیر دیں۔ پہاڑوں میں بکھیر دیں تھیں' سمندروں میں بکھیر دیں تھیں' جنگلوں میں بکھیر دیں تھیں۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے' یہ اس کا علم ہے' یہ اس کی طاقت ہے اور پھر ایک ایسے انسان کو تخلیق کیا جس کے بارے میں اللہ نے چاہا کہ یہ میری ان سب تخلیق شدہ اشیا کو ڈھونڈ نکالے جو میں نے اس پوری کائنات میں پھیلا دی ہیں۔ چیزیں بکھری ہوئی ہیں' کوئی اور ان کی حقیقت کو نہیں جان سکے گا۔ یہ ایک انسان ہے جو پہاڑوں پر بھی چڑھے گا اور کھوج نکالے گا ان چیزوں کو جو انسانیت کے لیے فائدہ مند ہیں۔ یہ انسان سمندروں میں چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیات قرآنی کا ترجمہ ہے کیا میں نے اس سمندر کو تمہارے حکم کا تابع نہیں بنایا؟۔ وہ سمندروں میں گھس جائے گا اور وہاں سے ان فائدہ مند

چیزوں کو ڈھونڈ نکالے گا اور وہ فضاؤں میں اڑنا شروع کر دیگا۔ تحقیق کے دروازے وہ وہاں بھی کھول کر رکھدے گا۔ تو یہ چیزیں مختلف جگہوں میں پھیلانے والا اللہ تعالیٰ تھا اور چونکہ اس کا خلیفہ، نائب انسان ہے تو وہ ایک، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں اتنی ساری چیزوں کو وہ ڈھونڈ نکال کر ایک خوبصورت چیز بنانے والا انسان ہے۔ خدا کے حکم سے، اس کی مشیت سے، اس کے ارادے سے۔ اے انسان تو کتنا خوش قسمت ہے، تو کتنا بخت والا ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حکم کا تابع بنادیا ہے۔ ذرا نظر اٹھا کر ان جانوروں کو دیکھو جو ریوڑوں کی صورت میں تمہارے آگے آگے پھرتے رہتے ہیں، تم سے مانوس ہو جاتے ہیں، تمہیں اپنا مالک مان لیتے ہیں۔ بکریوں کو دیکھو، بھیڑوں کو دیکھو۔ وہ ادھر ادھر بھاگتی پھرتی ہیں۔ بھینسوں کو دیکھو صبح کو نکل جاتی ہیں جنگلوں میں اور گھاس کھاتی پھرتی ہیں۔ یہ کیوں گھاس کھاتی پھرتی ہیں؟ اللہ نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ خوب گھاس کھاؤ تاکہ اس گھاس کے ذریعے تمہارا خون پیدا کروں اور اس خون کو دودھ کی صورت میں تمہارے تھنوں سے باہر نکالوں تاکہ میرا نائب، خلیفہ انسان اس کو استعمال کرے۔ ایسے نظر آرہا ہے کہ جانور اپنے جسموں کو سنبھال رہے ہیں، اپنے جسموں کو بڑھا رہے ہیں، اپنے جسموں کو غذا دے رہے ہیں اس لیے کہ انسان، ہم سے فائدہ لے۔ اے انسان، ہمیں کیا ہو گیا ہے؟۔ اتنا بڑا عقل ہے، اتنی بڑی فہم ہے، اتنا بڑا علم ہے، اتنا اپنے آپ کو پالتے ہیں، پوستے ہیں۔ کس لیے پالتے پوستے ہیں کہ اوروں کے لیے آزار کا سبب بنیں؟ اوروں کے لیے تکلیف کا سبب بنیں؟ اوروں پر ظلم کا سبب بنیں؟ اے انسان اس مرحلے پر آکر اللہ فرماتا ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ۔

اس کمبخت انسان کی مت ماری گئی۔ ہم نے تو اسے بلندیوں پر پہنچانا تھا۔ اس بے وقوف نے اپنے آپ کو پستیوں میں گرادیا۔ جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا ہے۔ جانور بھی

اپنے آپ کو سنبھال رہے ہیں' اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں' غذا تلاش کررہے ہیں کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہچانا چاہتے ہیں۔ کتنے بےلوث ہیں یہ جانور' کتنی بےلوث ہیں یہ بکریاں' کتنی بے لوث ہیں یہ گائیں' کتنی بےلوث ہیں یہ بھینیس۔ جن کی ایک ایک چیز سے ہم فائدہ حاصل کرلیتے ہیں اور وہ اف تک نہیں کہتیں۔ ان کے چمڑے کو دیکھیں' ان کے گوشت کو دیکھیں' ان کے دودھ کو دیکھیں' ایک ایک چیز کو اور کتنا نادان ہے انسان کہ اپنے اتنے حسین وجود کو پالتا پوستا ہے کسی کو فائدہ پہچانے کے لیے نہیں کسی کو آزار پہنچانے کے لیے۔ اس کی اس صفت کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے اُولٰئِکَ کَالانعام ۔ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ ان سے بھی گئے گذرے ہیں۔

دعوت الی اللہ

ادْعُ إِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُم بِالَّتِیْ ھِیَ أَحْسَنُ (سورہ النحل، آیت نمبر 125)

اس آیت مبارکہ میں دعوت وتبلیغ کا مکمل نصاب، اس کے آداب کی پوری تفصیل چند کلمات میں سموئی ہوئی ہے۔

دعوت الیٰ اللہ دراصل انبیاءعلیہم السلام کا منصب ہے۔ امت کے علماء یا مبلغین جو اس منصب کو نائب ہونے کی حیثیت سے اپنائے ہوئے ہیں ان پر لازم ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہیں سے سیکھیں۔ جو دعوت ان طریقوں پر نہیں ہوتی وہ بعض اوقات دعوت کے بجائے عدالت اور ہدایت کے بجائے جنگ وجدال کا موجب بن جاتی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں دعوت الی اللہ کے لیے پہلی شرطی یا پہلا اصول یہ بیان فرمایا گیا کہ وہ بالحکمۃ ہو۔ صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعے انسان مقتضات احوال معلوم کر کے اس کی مناسبت سے کلام کرے، وقت اور موقع ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو، نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی برتے، اور جہاں یہ سمجھے کہ صراحۃ کہنے سے مخاطب کو شرمندگی ہوگی وہاں

اشارات سے کلام کرے، یا کوئی ایسا عنوان اختیار کرے کہ مخاطب کو شرمندگی نہ ہو اور نہ اس کے دل میں اپنی بات پر جمے رہنے کا تعصب پیدا ہو۔ صاحب روح المعانی نے حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ **انها الكلام الصواب الواقع من النفس اجمل موقع** ۔یعنی حکمت اس درست کلام کا نام ہے جو دل سے مناسب موقع پر نکلے۔

علاج باطن

دوستو اللہ تعالیٰ نے اتنی نعمتوں سے نوازا ہے' اتنی مہربانیوں سے نوازا ہے' ہم کیوں اس طرح گمراہی' ذلت اور رسوائی سے دوچار ہیں۔ ماشاء اللہ اتنا عقل' اتنی سمجھ' اتنا علم آپ سب کو اللہ نے دیا ہے۔ استعمال تو کریں دوستو استعمال تو کریں۔ کسی کے گھر میں خزانے پڑے ہوں۔ اس کے گھر میں دس لاکھ پڑے ہوں اور وہ بیچارہ دھکے کھا رہا ہو ایک روپے کے لیے روڈوں پر تو وہ بیوقوف نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ ہمارا حال بھی یہی ہے۔ ایمان کی دولت بھی اللہ نے ہمیں بخشی اور نفس چوں کہ ہمارا سرکش ہے لہٰذا اس کو سمجھانے کے لیے اندر احساس باطنی بھی اللہ نے رکھ دیا ہے۔ ہدایت ہمارے سامنے واضح کر دی۔ نبی بھی بھیج دیے لیکن ابھی تک ہم سمجھے نہیں۔ پتہ نہیں کہ اب اور کیا چیز آئے گی جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ نکل آؤ اس گومگو کی کیفیت سے۔ یقین اپنے دل میں پیدا کرو۔ اعتماد اپنے اندر پیدا کرو۔ یکسوئی اپنے اندر پیدا کرو اور اپنے دل کی آواز سنو۔ آپ نے دیکھا ہوگا آپ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میری آنکھیں کمزور ہوگئی ہیں کوئی دوائی ایسی دے دو میری آنکھ کی نظر تیز ہو جائے۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہاں فلاں چیز۔ دوسرا جاتا ہے ڈاکٹر صاحب میرے دانت کمزور ہو گئے ہیں کوئی مجھے دوائی

دے دو کہ میرے دانت بہتر ہو جائیں ۔ بھئی یہ نسخہ لے لو۔ تیسرا کہتا ہے میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے ڈاکٹر اس کو دوائی دے دیتا ہے۔ ہم اور آپ نے سوچا ہے کہ ہمارا دل کمزور ہو گیا ہے۔

یامریض الباطن علیک باالدواء

لایکون ھذہ الدواء الاعند الصالحین

اے باطن کے مریض واجب ہے تم پر اپنے دل کا علاج۔ اور کہیں نہیں ملے گا یہ علاج، کہیں نہیں ملے گا صالحین کی صحبت کے سوا۔ غوث اعظم نے یہ حکم اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ قرآن مجید کا حکم ہے **یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ**۔

اے ایمان والو سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ ان کے ساتھ رہو پھر میں پہلی والی بات دوبارہ دہراتا ہوں کیونکہ میرا موضوع یہی ہے اس لیے دہراتا ہوں۔ جب ہم غلط کام کر رہے ہوتے ہیں ہمارے اندر سے آواز آ رہی ہوتی ہے نہیں کرو، نہیں کرو۔ درست نہیں ہے۔ صحیح نہیں ہے ۔نہیں سنتے ہم لیکن وہی کام جو ہم چھپ کر کر چکے ہیں کوئی ہمارے سامنے، سب لوگوں کے سامنے کرے۔ انگلی اس پر سیدھی کریں گے کہ وہ دیکھو یہ کر رہا ہے۔ یہ ایسا ہے۔ یہ ویسا ہے۔ یہ دیکھو اپنا دوغلا پن۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ طریقہ نقشبندیہ کے پیشوا ہیں۔ وہ اپنے خادم کے ساتھ حرمین کی زیارت کے لیے گئے۔ جب وہ مکہ مکرمہ یا مدینہ عالیہ میں پہنچے تو لوگوں نے سنا عارف بایزید آ گئے تو لوگ ٹوٹ پڑے ہر ایک شخص آگے بڑھ رہا ہے۔ کتنے وہ کھرے لوگ تھے ۔ہمیں اپنے حال پہ شرم آتی ہے۔ ہم تو گندگی کا ڈھیر ہیں۔ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اے عارف ادھر آ جاؤ، حضرت ادھر آ جاؤ میری دعوت پر۔ وہ مہینہ رمضان کا تھا۔ کتنے عجیب ان کے اسرار تھے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کاملین کی صحبت میں جاؤ تو ان کی باتوں پر اعتراض مت کرو۔ ان

کے ہاں نظام ذرا نرم ہوتا ہے۔ مولویوں کی طرح کڑک نہیں ہوتے کہ ہر ایک چیز پر ٹوک دیں۔ لوگوں کے لیے تھوڑی خلاصگی رکھتے ہیں۔ تھوڑی آسانی رکھتے ہیں اور پھر جیسے جیسے صحبت میں آگے بڑھتے ہیں تو ان پر وزن بڑھاتے جاتے ہیں۔ ان کو سکھاتے جاتے ہیں' ان کو تلقین کرتے جاتے ہیں' احکامات پر عمل کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں لیکن شروع میں لوگ آتے ہیں تو تھوڑا ماحول ڈھیلا ڈھالا رکھتے ہیں۔ لوگ اس سے بددل ہو جاتے ہیں یہ کیوں ہوا؟ وہ کیوں ہوا؟ یہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ بھائی **فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ** حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر کے پاس جاؤ وہ تمہیں انجکشن چبھو دے تم اس سے لڑ پڑو کہ بھائی یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ کہے گا تمہیں کیا پتہ ہے مجھے پتہ ہے۔ تو بایزید بسطامی پر لوگ ٹوٹ پڑے اور وہ پریشان ہو گئے کہ اب ہم کیا کریں۔ حرمین شریفین کی زیارت کریں گے یا ان لوگوں سے ملیں گے۔ تو انہوں نے کیا کیا رمضان کا مہینہ تھا جیب سے روٹی نکالی اور بھری بازار میں کھانی شروع کر دی۔ لوگوں نے کہا کہ بھائی ہم اس کو عارف سمجھتے تھے' بایزید کو ہم بڑا ولی سمجھتے تھے مگر یہ بازار میں کھا رہا ہے۔ سب بھیڑ بھاڑ بالکل ہی ختم ہو گئی۔ کوئی اِدھر بھاگا' کوئی اُدھر بھاگا سب بھاگ گئے۔ ایک ہی جو آپ کا خادم تھا وہ ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے کہا دیکھو' وہ الفاظ مجھے یاد نہیں آرہے ہیں میں دوبارہ اس واقعہ کو پڑھوں گا۔ تو آپ نے غالباً کہا دیکھو یہ لوگ بدگمانی کا شکار ہونے میں کتنی جلدی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سکھانے کا کیا فائدہ۔ میں تو اس لیے کھانا کھا رہا تھا کہ ان کو بھگانا مقصود تھا اور پتہ بھی چلے تو اس لیے روٹی کھا رہا تھا کہ میں سفر میں ہوں۔ اللہ نے اجازت دی ہے کہ سفر کی حالت میں تم روزہ چھوڑ سکتے ہو۔ تو دوستو لوگ اس طرح ہوتے ہیں۔ ان کا عقیدہ جو ہوتا ہے وہ اتنا کمزور ہوتا ہے۔ بہر حال میں اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اوروں کی بات' بایزید کی بات لوگوں کو جلدی کس طرح محسوس ہوئی یہ غلط کر رہا ہے

۔پتہ نہیں ان میں کتنے روزہ دار ہونگے۔وہ خود روزے سے ہونگے بھی یا نہیں۔لیکن اوروں پر 'انہوں نے بایزید رحمۃ اللہ علیہ پر انہوں نے اٹیک کرنے میں دیر نہیں کی۔دوستو کیا ہم بھی ان میں شامل ہیں؟تو پھر کبھی بھی درستگی نہیں ہوسکتی۔علیک بالدواء تیرے اوپر علاج واجب ہے۔میں اوروں کی بات نہیں کہہ رہا ہوں جس طرح فوجدار بندے ڈنڈے لے کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔وہ غلط کررہا ہے میں اس کو نہیں چھوڑوں گا'اس کو سیدھا کروں گا۔ بھئی پہلے ہم اپنے آپ کو تو سیدھا کریں'ہم اپنی درستگی تو کریں پھر اوروں کی طرف دیکھیں۔اسی طرح ہی یہ بات بن سکتی ہے۔

حبِ درویشاں

کامل مرشد کی صحبت سے قلب میں اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر توبہ، صبر، شکر، توکل، تسلیم ورضا۔ ان اوصاف کو عالم وجاہل، مسلم وغیر مسلم سب ہی اچھا کہیں گے۔ اور پھر ان اوصاف کو حال کرنے کا امر خود قرآن اور احادیث میں موجود ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ واضح امر نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم موجود ہے۔ ان اوصاف کے حصول کے لیے بزرگان دین نے سالہا سال محنتیں اور ریاضتیں کی ہیں۔ بہر حال جب ایسی لازوال نعمتیں، لافانی خزانے، اخلاق رذیلہ سے نجات اور اخلاق حمیدہ کا اکتساب جن کی صحبت اور نظر کرم سے حاصل ہوں ان کی تعریف کیوں نہ کی جائے۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی تعریف حضرت جامی، حضرت عطار اور حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کی ہے

حب دریشاں کلید جنت است

دشمن ایشاں سزائے لعنت است

ہم نشینی جز بہ درویشاں مکن

تا توانی غیب ایشاں مکن

ترجمہ: درویشوں (اولیائے کاملین) کی محبت جنت کی کنجی ہے اور ان کے دشمن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت کو اختیار کر، ان کے علاوہ کسی اور کی صحبت اختیار نہ کر، اور ان کی غیبت کبھی بھی نہ کر۔

پیاس

جس طرح میرے شیخ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے پانی لیا اور اس نے دو گھونٹ لیے اور باقی سارا پانی یوں زمین پر گرا دیا۔ وہاں جو بندہ خداوند اللہ والے، محبت کے متوالے وہاں کھڑے تھے۔ انہوں نے یہ منظر دیکھا بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے سوچا کہ حضرت کو کیا ہوا۔ کوئی ان کے ہاتھوں کو ملنے لگا، کوئی ان کے پاؤں کو ملنے لگا، کسی نے کچھ حیلہ کیا کسی نے کچھ کیا۔ کافی وقت کے بعد جب وہ ہوش میں آئے تو دوستوں نے عرض کیا کہ حضرت کس چیز نے آپ کو اس قدر مدہوش کیا؟ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ اس بندے کو میں نے دیکھا پانی گلاس میں لیا دو گھونٹ پیئے باقی پورا گلاس اس نے زمین پہ گرا دیا۔ میں نے سوچا یہ کتنی بڑی نعمت ہے اور اس پانی کا اللہ نے ہم پر حق رکھا ہے۔ جس طرح یہ اس کو ضائع کر رہا ہے اگر اللہ کو غیرت آ جائے اور پانی سے ہمیں محروم کر دے تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہے ہمیں اس نعمت کا قدر؟ یہ ہوا۔ جس میں سب سانس لے رہے ہیں کس قدر ضروری ہے۔ کتنی انمول ہے۔ ہے ہمیں اس کا قدر؟ کس نے دیا ہمیں یہ سورج؟ جو نکل آتا ہے تمہاری روشنی کے لیے۔ کس نے دیا ہے یہ؟ جب بھی سورج نکلتا ہے واللہ اس نظر سے دیکھو یہ

اللہ کی محبت کا پیغام لے کر آیا ہے اس کے بندوں کے لیے کہ سورج بھی تیرے لیے حاضر ہے۔ لو یہ ہوا بھی میرے بندو تمہارے لیے حاضر ہے۔ لو یہ پانی بھی تمہارے لیے حاضر ہے لیکن ہم کیا کر رہے ہیں۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ہے جب وہ حج پر جا رہے تھے تو راستے میں انہیں پیاس لگی تو ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے آپ نے پانی پیا منہ دھویا اور بیٹھ گئے۔ اتنے میں دیکھا دور سے بکریاں دوڑتیں ہوئی آئیں۔ بہت پیاسی تھیں۔ پانی کو دیکھا ان کا ہوش جاتا رہا۔ جا کر پانی پر ڈھے گئیں۔ گھٹنوں کے بل گر گئیں اور بڑی تیزی سے وہ پانی کو پینے لگیں۔ جب وہ پانی پی کر فارغ ہوئیں' ان کی پیاس ختم ہوئی' ہوش بحال ہوا۔ وہیں پر مینگنیاں گرانے لگیں اور اسی پانی میں پیشاب کرنے لگیں۔ شاہ صاحب کے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اللہ والوں کی رمز کچھ اور ہوتی ہے۔ ہم تو ظاہر پرست ہیں۔ سندھی میں کہتے ہیں کیا دال کیا بسم اللہ۔ جس طرح کہ اردو میں کہتے ہیں حلوے کھانے کے لیے منہ چاہیے۔ ہمارا نہ منہ نہ شکل اور چلے ہیں عاشق بننے۔ شاہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگے اے میرے پروردگار کیا نظارا تو نے مجھے دکھایا۔ بکریاں پیاسی تھیں' پانی کے لیے مر رہی تھیں۔ پیٹ بھر گیا تو پانی کی بے قدری شروع کر دی۔ اے عبداللطیف تو بھی مکہ مدینہ جا رہا ہے۔ وہاں حاضری تو دے گا یہ تو نہیں کہ دیکھنے کے بعد تمہارا بھی پیٹ بھر جائے اور وہیں پر تم بھی بے ادبی شروع کر دو۔ پھر انہوں نے کہا اے میرے حبیب' اے میرے محبوب میں تمہیں ڈھونڈتا ہی رہوں' ڈھونڈتا ہی رہوں' ڈھونڈتا ہی رہوں' کبھی بھی نہ پاؤں۔ یہ کیفیت ہے ان اللہ والوں کی کہ جو میری تمنا ہے' میرا جذبہ ہے' میرا شوق ہے' میری پیاس کی شدت ہے اے میرے مولا ایسے نہ ہو کہ میں حبیب کے قدموں میں پہنچوں اور وہ میری پیاس کم ہو جائے۔ اس کو بھی میں بے ادبی سمجھتا ہوں۔ تو بھائی یہ پیاس بنیاد ہے۔

تابعداری

محمود غزنوی تھا اس کا ایک خاص غلام تھا ایاز۔ اس کے متعلق آتا ہے کہ امیروں وزیروں نے اعتراض کرنے شروع کردیے کہ اس کالے غلام کو تو نے اتنی تعظیم دی ہے، اتنا سر چڑھا رکھا ہے کہ سب سے زیادہ تو اس سے محبت رکھتا ہے حالانکہ عقل میں ہم اس سے زیادہ ہیں صورت میں زیادہ ہیں۔ شکل میں زیادہ ہیں پھر بھی اس کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کبھی میں اس چیز کا امتحان کروا کے دیکھوں گا۔ ایک مرتبہ سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ایاز بھی بیٹھا ہوا ہے۔ بادشاہ حکم دیتا ہے جاؤ میرے خزانے میں جو سب سے قیمتی موتی ہے اس کو لے کر آؤ۔ جب لے کر آتے ہیں تو بادشاہ نے کہا یہ میرے خزانے کا سب سے قیمتی موتی ہے اے فلاں وزیر صاحب تو اس کو توڑ دو۔ اس نے موتی کو دیکھا اور بادشاہ کے منہ کو دیکھا غور فکر کیا اس نے سوچا شاید بادشاہ نے آج کچھ پیا ہوا ہے یا اس کا دماغ چل گیا ہے اتنے قیمتی موتی کو جو پورا خزانہ اس کی قیمت ادا نہیں کرسکتا اس کے توڑنے کا امر دیتا ہے۔ اس نے کہا اے بادشاہ میں آپ کا نمک حلال ہوں آپ کا نمک حرام نہیں ہوں۔ میں ایسا نقصان آپ نہیں پہنچا سکتا کہ میں اس موتی کو توڑ دوں۔ آپ کا اس میں نقصان ہے میرا مشورہ ہے کہ اس کو مت توڑا جائے

اس کو رکھا جائے۔اس نے کہا اچھا دوسرے کو دو۔دوسرے کو دیا گیا۔اس نے بھی ایسا ہی عرض کیا۔تیسرے کو دیا گیا اس نے بھی ایسا ہی کیا آخر میں جب ایاز کی باری آئی اس نے جب ایاز کو کہا کہ اے ایاز اس موتی کو توڑ دے تو اس نے بلا دیر اس موتی کو توڑ دیا۔بادشاہ نے کہا بیوقوف تو نے موتی توڑ دیا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت بے شک اس موتی کی قیمت ہے میں مانتا ہوں ان سب لوگوں نے صحیح کہا ہے لیکن آپ کا حکم اس موتی کی قیمت سے بہت زیادہ ہے۔ میں نے دیکھا ایک طرف آپ کا حکم ٹوٹ رہا تھا دوسری طرف یہ موتی ٹوٹ رہا تھا اس موتی کا تو کفارہ ہوسکتا ہے ایسا دوسرا موتی مل سکتا ہے لیکن اس غلام کے سامنے مالک کا حکم ٹوٹ جائے تو اس کا کفارہ نہیں۔تو میں غلامی میں نہیں رہا۔تو میرے عزیز و دوستو یہ وہ حقیقت ہے جو خدا سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ تو عمل کر گذرتے ہیں جب حکم ہو جاتا ہے وہ یہ نہیں دیکھتے اس میں کیا فائدہ ہے اور کیا نقصان ہے۔

”میں وہ میں“

بھئی آج ہمارا وہ حال ہو چکا ہے اگر کوئی پیر صحیح راستے پر بھی چلنا چاہے تو ہم جو مرید ہوتے ہیں اسے غلط راستے پر لے آتے ہیں۔ زبردستی پیسے دے کر اس کو بے شمار غلط روایتوں میں پھنسا کر اس کو راستے سے ہٹا دیتے ہیں۔ یہ معتقدین ہی ہوتے ہیں جو اچھے بھلوں کا خانہ خراب کر دیتے ہیں۔ ایک مثال مشہور ہے ایک کوے کو حلوے کا چھوٹا ذرہ مل گیا تھا۔ وہ اسے چونچ میں لے کر درخت پر بیٹھ گیا اور وہ حلوے کو کھانے لگا۔ بڑا مزیدار تھا۔ گیدڑ وہاں سے گذر رہا تھا۔ اس نے سوچا واہ اس کوے کے تو مزے ہو گئے کہ کھویا اس کے منہ میں ہے۔ یہ دیکھ کر اس گیدڑ کے منہ میں پانی بھر آیا وہ نیچے بیٹھ کر سوچ سوچنے لگا کہ یہ کیسے کھویا حاصل کیا جائے ؟ اس کو کہنے لگا ماشاء اللہ نام تو کوے کا سنا تھا آج دیکھنے کو ملا ہے۔ تعریف تو بڑی سنی تھی لیکن آج نظارہ ہوا ہے۔ کیا حسن ہے۔ کیا خوبصورتی ہے۔ رنگ تو دیکھو سیاہ۔ واہ واہ کیا حسین خوبصورت کلر ہے۔ کوا بھی اپنے اندر سوچنے لگا کہ واقعی میں کچھ ہوں تو وہ بھی خوش ہو کر پھیلنے لگا ۔اس نے کہا واہ واہ صورت بھی دیکھ لی اب پر بھی دیکھ لیں ذرا پروں کو تو پھیلاؤ۔ اس نے پر کھول کر پھڑ پھڑائے۔ گیدڑ کہنے لگا واہ واہ کتنے حسین پر ہیں۔ یہاں تو کسی اور پرندہ کا مقابلہ ہی نہیں

ہے۔ پھر اس نے کہا پر بھی دیکھ لیے، چونچ بھی بڑی خوبصورت ہے لیکن میٹھا میٹھا آواز نہیں سنا۔ آج میٹھا آواز سننے کو ملے تو ٹھنڈ پڑ جائے گی۔ کوا تو پہلے ہی اس کی تعریف میں آچکا تھا جس طرح ہم پیر آجاتے ہیں۔ کوئی کچھ تعریفیں کر رہا ہے، کوئی کچھ تعریفیں کر رہا ہے۔ تو اس کوے نے بھی اپنی چونچ کھول کے کائیں کائیں کی آواز نکالی۔ اب کوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟ دماغ کو خراب کر دیتی ہے۔ اس میں کیا حسن ہوگا؟ جیسے ہی چونچ اس نے کھولی تو کھویا نیچے گر پڑا اور وہ خوش ہو کر زیادہ کائیں کائیں کرنے لگا۔ گیدڑ نے وہ کھویا لیا اور چلتا بنا۔ اس نے سوچا وہ گیدڑ کہاں جا رہا ہے۔ ابھی تو میں نے ایک قرأت سنائی ہے پانچ قرأتیں تو پیچھے ہیں۔ تو گیدڑ نے کہا کہ بھئی مجھے تمہاری آواز کے ساتھ کوئی کام نہیں تھا۔ مجھے کام کی چیز مل گئی مہربانی اور وہ چلتا بنا۔ تو بھئی ایسے ہی ہوتا ہے۔ جو تھوڑی بہت نیکی ہوتی ہے معمولی سی، وہ بھی اس طرح مریدین چھین لیتے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ تمہاری دعا سے یہ ہو گیا، اب دعا سے یہ کر دو۔ جس طرح وہ ڈبہ رکھتے ہیں اور اس میں فرمائشیں ڈالتے ہیں۔ یہ فرمائش پوری ہو، یہ فرمائش پوری ہو پھر وہ پیر بھی فرمائش گاہ بن جاتا ہے۔ پھر وہ اصل جو بڑا ہوتا ہے اس کو بھول جاتا ہے پھر ''میں وہ میں'' ہو جاتا ہے۔

غیر اللہ

جیسے ہم جب گھر خرید تے ہیں تو اس میں سینکڑوں خرابیاں ہوتی ہیں۔ گردو غبار ہوتا ہے، مٹی اور دھول ہوتی ہے، اس میں جھاڑیاں اُگی ہوتی ہیں، اس میں ٹوٹا پھوٹا فرنیچر ہوتا ہے، رنگ خراب ہو چکا ہوتا ہے، دروازے ٹوٹ چکے ہوتے ہیں، کھڑکیاں ٹوٹی ہوئی ہوتی ہیں، اس کا کوئی بورڈ وغیر سلامت نہیں، نہ لائیٹنگ کا کوئی سسٹم ہوتا ہے۔ تو پہلے یہ مٹی، گردو غبار سے اٹی ہوئی چیزیں سب نکالی جاتی ہیں پھر اسکی سجاوٹ کی باری آتی ہے پھر آہستہ آہستہ گھر کو سجایا جاتا ہے۔ تو یہ دل بھی اللہ کا گھر ہے۔ اب اس گھر کو آباد بنانے کے لیے مجھے اور آپ کو پہلے اپنے دل کو خرابیوں سے آزاد کروانا چاہیے۔ سب سے بڑی خرابی غیر اللہ کی محبت ہے۔ دنیا کی محبت ہے۔ ہے ہمت کہ ہم اس دنیا کی محبت کو اپنے دل سے آزاد کریں؟ یہ کہنا آسان ہے۔ کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ جو باتیں اس ناچیز گنہگار کی دل میں ہیں وہ میں آپ کو عرض کر رہا ہوں۔ آپ چاہیں گے ہم ملیں اور کچھ کہیں کہ وہ بھی بات، وہ بھی بات۔ بھئی مجھے فائدہ اس بات میں نظر آ رہا ہے کہ جو میں ابھی آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

تقویٰ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال پوچھا اے ابی بن کعب تقویٰ کس کو کہا جاتا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا امیر المؤمنین کیا آپ کا کسی ایسے راستے سے گذر ہوا ہو جہاں نیچے کانٹے بچھے پڑے ہوں اور بہت ساریاں جھاڑیاں ہوں اور وہ راستے کو بند کیے ہوں تو آپ وہاں سے کیسے گذرے ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس طرح گذرا ہوں کہ میں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹا، اپنے پاؤں کو سنبھالتے ہوئے رکھا کہ مبادا کوئی جھاڑی میرے کپڑوں میں الجھ کر میرے کپڑوں کو نہ پھاڑ دے، ایک پاؤں میں نے سوچ سوچ کر رکھا کہ مبادا کوئی کانٹا میرے پاؤں میں نہ چبھ جائے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے۔ یہ دنیا کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ جس کا راستہ خاردار جھاڑیوں سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں چوری کا کانٹا موجود ہے۔ کہیں زنا کی برائی موجود ہے۔ کہیں اور طرح کی باتیں موجود ہیں۔ تو شیطان آپ کو ملوث کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ان سب گناہوں سے بچ کر جانا اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ جب اہل تقویٰ اس مقام کو پالیتے ہیں، جب اس مقام پر

فائز ہو جاتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ان کے مقامات کو اس طرح بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ

میں اللہ متقیوں کے ساتھ ہوں میری رحمت ان کے ساتھ ہے۔

پردہ پوشی

خدا تعالیٰ نے اسلام میں جو حسن اخلاق سکھائے ہیں ان میں درحقیقت اللہ کی صفات کی تربیت دی گئی ہے مومنین کو۔ مؤمنین کو کہا گیا ہے کہ ان صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کرو۔ جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا **حسن الخلق خلق اللہ الاعظم**

حدیث مبارکہ میں ہے بہترین اخلاق، نرم گفتگو، عفو درگذر، دشمن کو معاف کر دینا، پڑسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور مشکلات میں صبر کرنا۔ فرمایا یہی خدا کا بڑا اخلاق ہے۔ یہی وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں۔ ایمان والوں کو بھی ان صفات سے موزوں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے، بصیر بھی اور سمیع یعنی سنتا بھی ہے۔ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کو دیکھتا ہے۔ کوئی بھی اس کی نظر سے چھپا ہوا نہیں ہے لیکن قربان جاؤں اس کی ذات پر کہ گنہگاروں کو گناہ کرتے دیکھتا ہے پھر بھی ان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ ان کو رسوا نہیں فرماتا۔ مجھ جیسے خطا کار کو جو بڑا صوفی بن کے آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے، تو جو میرے اعمال کتنے غلط اور گندے ہونگے لیکن قرباؤں اللہ کی ذات پر وہ چھپا دیتا ہے۔ وہ ان کو اپنی

رحمت کی چادر میں چھپا دیتا ہے۔تو خدا بصیر بھی ہے۔دیکھ بھی سکتا ہے۔کوئی بھی آدمی، کوئی بھی حرکت، کوئی بھی کام کہیں بھی کرے، وہ اللہ کی نظر میں پوشیدہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بندے کو چھوڑ دو۔اس کو میں نے تخلیق کیا ہے۔یہ میری خلقت کا حصہ ہے اور مجھے اس سے محبت ہے۔ہوسکتا ہے یہ آگے چل کر میری رحمت کا حقدار بن جائے اور کوئی بھی ایسا عمل کر دے کہ میں اس کے سارے گناہ بخش دوں۔تو یہ اللہ کی صفات ہیں۔اب اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی قوت سماعت دی ہے، قوت بصارت دی ہے لیکن سماعت و بصارت اس رنگ میں ہونی چاہیے جس طرح اللہ کے رنگ میں ہے۔یہ نہیں کہ اوروں کے عیب دیکھتا پھرے فلاں کا یہ عیب ہے، فلاں کے اندر یہ خرابی ہے یا ہر وقت کان لگا تا پھرے کہ کیا بات کہتا ہے۔

ضمیر

حقیقت یہ ہے کہ انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے۔ کس طرف اشارہ دیا جارہا ہے؟ اس طرف اشارہ دیا جارہا ہے کہ اس کے اندر ایک ایسی سوچ رکھی ہے کہ وہ اچھے برے کو جان لیتا ہے کہ یہ درست ہے یہ غلط ہے۔ یہ گناہ ہے ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر ایک کے اندر ہم نے یہ احساس باطنی جسے قلب کہا جائے یا حس کہا جائے ہر انسان کے اندر رکھ دی ہے کہ وہ سمجھ لیتا ہے یہ غلط ہے' یہ درست ہے۔ چلے جائیں اس واقعے کی طرف جو حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو صاحبزادے ہابیل اور قابیل کا ہے۔ ان میں سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ کہتے ہیں یہ روئے زمین پر پہلا قتل تھا۔ تو قابیل اس کام کرنے کے بعد حرکت کیا کررہا تھا؟ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اب میں اس کو کیا کروں؟ کیوں سوچ میں پڑ گیا کیونکہ اس کو پتا تھا میں نے غلط کام کیا ہے۔ اس سوچ میں مشغول و پریشان کھڑا ہوا تھا کہ دو کوے آئے۔ ایک نے دوسرے کوے سے لڑائی کی' ان کی آپس میں لڑائی ہوئی پھر ایک نے دوسرے کو مار دیا اور کوے نے زمین کھودنا شروع کر دی اور مرے ہوئے کوے پر مٹی ڈال کر دبانا شروع کر دی تو قابیل کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اس نے اپنے مرحوم بھائی کے لیے بھی

قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا۔ کیوں دفن کیا؟ اس لیے دفن کیا کہ وہ لوگوں سے چھپانا چاہتا تھا اور اس لیے چھپانا چاہتا تھا اس کے دل' اندر میں اس کا احساس اس کو بار بار کہہ رہا تھا کہ تو نے غلط کام کیا ہے' غلط کیا ہے' غلط کیا ہے۔ اب ہم اور آپ اپنے حال پر آ جائیں۔ بے شمار مرتبہ ہم کام کرتے ہیں اور بغیر سوچے سمجھے لیکن اندر جو احساس' ایک ضمیر اللہ نے رکھا ہے وہ بار بار ہمیں ٹوکتا رہتا ہے کہ غلط کر رہے ہو' غلط کر رہے ہو لیکن قابیل کی طرح ہم اس آواز پر دھیان نہیں دیتے۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ قابیل کی طرح لوگوں سے چھپا لیں اور جو ہماری اچھی عادات ہوتی ہیں ان کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان اچھی عادتوں کی وجہ سے لوگ ہماری تعریفیں کریں۔ دوستو اس طرح ہم اپنے ضمیر کو یہ بات سنوانا چاہتے ہیں لوگوں کے زبان سے کہ بھئی یہ حاجی صاحب بڑا اچھا ہے۔ چودھری صاحب بڑا نیک انسان ہے۔ اس نے یتیم کو یہ دے دیا۔ اس نے غریب کو وہ دے دیا۔ اس نے یہ سخاوت کر دی۔ اب ہم کس لیے یہ حرکت کرتے ہیں؟ ہمارا اندر والا مفتی جو بار بار ہمیں تنگ کرتا ہے وہ اتنی ساری گواہیاں سن لے کہ اتنے سارے لوگ کہہ رہے ہیں تم اچھے ہو' تم اچھے ہو۔ اسکا دماغ خراب ہو گیا ہے جو اندر بیٹھا ہے اور وہ کہہ رہا ہے تم خراب ہو' تم خراب ہو۔ تو اس کی آواز پر بہت سارے لوگوں کی آوازیں غالب کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اس کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بھائی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ ایک ایسا ہی احساس ہے' ایسا ہی عضو ہے جیسا کہ کوئی اپنی آنکھ نکالے۔ کوئی پسند کرے گا؟ اپنا ہاتھ کاٹے کوئی پسند کرے گا؟ اپنا پاؤں کاٹے کوئی پسند کرے گا؟ اپنا کان کاٹے کبھی بھی پسند نہیں کرے گا کیونکہ اس کو پتہ ہے یہ کان میرے لیے کتنا فائدہ مند ہے۔ ہاتھ میرے لیے کتنا فائدہ مند ہے۔ آنکھ میرے لیے کتنی فائدہ مند ہے۔ تو دوستو یہ احساس بھی اسی طرح اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ ضمیر' یہ دل بہت بڑی نعمت ہے۔ لوگوں

کے سامنے معتبر بننے کی کوشش مت کرو۔ اپنے اندر والی آواز کے سامنے معتبر بن کے دکھاؤ۔ وہ گواہی دے تم ٹھیک ہو تو بات بنے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ انسان خود اپنے نفس پر گواہ ہے۔ اس کو اپنے کچے چٹھے کا پورا پتہ ہے۔ اس کو سب خبر ہے کہ صحیح ہے یا غلط ہے لیکن وہ کرتا کیا ہے وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ

بہانے بناتا ہے۔ بڑی چالاکی دکھاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ انسان بڑے بہانہ بناتا ہے حالانکہ جانتا ہے اس کا نفس۔ اسکو خبر ہے لیکن بڑے بہانے بناتا ہے۔

اخلاق کی تعریف

آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک قاری کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ اے بندے میں نے تیرے اوپر یہ نعمت کی کہ تجھے احسن صورت سے نوازا' میں نے تمہیں اتنی دولت سے نوازا' تمہیں یہ سب کچھ عطا فرمایا' تمہیں میں نے پینے کے لیے پانی عطا فرمایا' تمہیں سانس لینے کے لیے ہوا عطا فرمائی اور تم سے کوئی ٹیکس بل وغیرہ نہیں لیا' یہ سب چیزیں تیرے لیے میں نے مفت میں عطا فرمائی تھیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کیا تو نے کچھ قدردانی کی؟ کیا کچھ عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا یارب العالمین یہ تیری ساری نعمتیں برحق ہیں لیکن میں نے بھی کچھ کم نہیں کیا میں نے قرآن پڑھا تھا۔

قرأت اور تجوید کے ساتھ پڑھا تھا اور پڑھنے کے بعد میں نے لوگوں کو پڑھایا تھا' لوگوں کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر بڑے خوش الحانی کے انداز میں میں نے ان کو سنایا تھا' میری ساری زندگی اسی عمل میں گذر گئی۔ یارب العالمین میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے کیا۔ تیری خوشنودی کے لیے کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا۔ یہ سب کچھ تو نے واقعی کیا تھا۔ تو نے قرآن

پڑھا اور پڑھایا بھی۔ لوگوں کو سنایا بھی تجوید قرأت اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ، مگر یہ سب کچھ تو نے میرے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا تھا کہ لوگ تمہیں قاری کہیں۔ لوگ تیری تعظیم کریں۔ لوگ تجھے اعزاز اکرام اور القاب سے نوازیں۔ پس دنیا میں تجھے یہ سب چیزیں مل چکیں اب اللہ کے پاس ان چیزوں کا کچھ اجر نہیں ملے گا۔ ملائکہ کو امر ہوگا کہ اس کو جہنم میں پھینک دو۔ حدیث میں آتا ہے کہ ملائکہ اس کو پاؤں سے پکڑیں گے، منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے اس کو جہنم میں پھینکیں گے۔ اب اس سے اندازہ لگاؤ قرآن مجید کی تلاوت بڑی اعلیٰ بات ہے لیکن اگر دل میں خلوص موجود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی موجود نہیں ہے تو یہ سارا عمل رائگاں چلا جاتا ہے۔ اس طرح سے اللہ کے سامنے ایک غنی مالدار امیر شخص پیش کیا جائے گا۔ اللہ پاک اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ میں نے تمہیں اتنا مال دیا، تجھے اتنی دولت عطا فرمائی تو نے اس دولت کو کہاں خرچ کیا اور کس لیے خرچ کیا؟ وہ کہے گا یارب العالمین میں نے دولت کو تیری راہ میں خرچ کیا، اتنے غریبوں کو میں نے کھانا کھلایا، اتنی خیراتیں کیں اور قربانیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں یہ تو نے سب کچھ کیا لیکن اس لیے کیا کہ تیرا نام بلند ہو، تیری شہرت ہو، لوگ تجھے بڑا آدمی سمجھیں، مرعوب ہو جائیں تو یہ سب دنیا میں تو نے دیکھ لیا اب میرے پاس تیرے مال کے خرچ کرنے کا کچھ اجر نہیں ہے۔ اس لیے شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں فرمایا

محبت رکي من ۾ رند روڙيا جن

تن جو صرافن اٹ توريو اگھائيو

وہ کہتے ہیں کہ جس کے دل میں محبت تھی اس نے بظاہر اتنا اعلیٰ اور نفیس کام نہیں کیا۔ وہ سوت کاتنے کی بات کر رہے ہیں۔ وہ سوت جتنا نفیس اور نرم ہو، نازک ہو، ملائم ہو اسکا اتنا مقام بلند ہوتا ہے۔ اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ پہلے وقت میں کاتا جاتا تھا آج کل یہ کم

ہو گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو جس نے بڑا نفیس اور نرم سوت کاتا تھا لیکن اس کے دل میں دغا تھی، اس دل میں خلوص نہیں تھا۔ ظاہری مثالیں دے کر وہ آخرت کا منظر بیان کر رہے ہیں کہ وہاں لوگوں کی قطاریں ہونگی، نامہ اعمال ہاتھوں میں ہونگے، اللہ تعالیٰ کی کورٹ میں ہر ایک کی پیشی ہوگی، ترازو وہاں موجود ہوگا، نیک اعمال رکھے جائیں گے، برے اعمال بھی رکھے جائیں گے۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ اس لمحے کی منظر کشی کر رہے ہیں کہ جن کے دل میں دغا تھی، انہوں نے عمل بظاہر بڑے اچھے کیے تھے، سوت انہوں نے اچھا کاتا تھا یعنی عمل بڑے اچھے کیے تھے۔ لوگ تو یہی سمجھتے رہے کہ یہ بہت بڑی منزل پائیں گے، ان کو بڑا اجر ملے گا، ان کو بڑی قیمت ملے گی لیکن اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے۔ وہ دل کے بھیدوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جس طرح ہمارے ظاہر کو جانتا ہے اسی طرح ہمارے باطن کو بھی جانتا ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ تو جب وہ بڑے عمل کے پہاڑ لے کر اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوئے اور جب دیکھا گیا تو ان کے دل میں خلوص کی رتی بھی نہیں تھی۔ تو ان کے سارے اعمال کو رد کر کے جہنم میں پھینکا گیا۔ اور دوسری طرف وہ سادہ مزاج آدمی، وہ غریب آدمی اس نے بھی سوت کاتا تھا لیکن سوت اس کا کچھ اچھا نہیں بنا تھا۔ بظاہر دیکھنے میں موٹا تھا، نفیس نہیں تھا، خوبصورت نہیں تھا لیکن اس کی دل میں محبت تھی، اس کی دل میں خلوص تھا۔ جب وہ سوت لے کر صراف کے پاس گیا تو صراف نے اس کو بغیر تولے بہت سارا بھر کے دے دیا۔ بھئی لے جاؤ تمہارا میں تولتا نہیں۔ جتنی بھی تمہیں دولت چاہیے اتنی لے جاؤ۔ تو فرماتے ہیں جن کے دل میں خلوص اور محبت تھی بظاہر لوگ ان کی تعظیم نہیں کرتے تھے، ان کی تکریم نہیں کرتے تھے، ان سے مرعوب نہیں ہوا کرتے تھے لیکن جب خدا کی بارگاہ میں وہ مسکین، وہ غریب، وہ عاجز، فقیر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے کہا یہ بڑا محبوب دوست ہے، اس کی دل میں میری محبت تھی، یہ ہر عمل میرے لیے کرتا

تھا۔ فرشتوں کو حکم ہوگا اس کے اعمال نامہ کو تولنے کی ضرورت نہیں ۔ اس کو تولے بغیر اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں پہنچادو۔ تو یہ ایک بنیادی چیز ہے۔ جب تک انسان کے دل میں پیدا نہیں ہوگی اس وقت تک اس کے اعمال مقبول نہیں ہو سکتے۔ اس لیے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے اصحابی اگر اللہ کی راہ میں ایک کھجور کی گٹھلی خیرات کریں اور بعد میں آنے والے لوگ اگر جبل احد، جو بہت بڑا وسیع اور اعلیٰ پہاڑ ہے، اس کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کریں تب بھی میرے صحابی کے اس گٹھلی کے برابر یہ سونا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ کی نگاہ کرم سے، آپ کی توجہ باطنی سے ان کے قلوب کا وہ تزکیہ ہوگیا تھا کہ ان کی نظر صرف اللہ پر ہوتی تھی اور کسی چیز کو نہیں دیکھتے تھے۔

قلب شاغل

حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عرفات کے میدان میں یا منیٰ کے میدا میں کھڑا تھا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے ایک دکان پر 50 ہزار درہم کا سودا کیا۔ بے شمار چیزیں لی ہونگی۔ ان کو دیکھا ہوگا پرکھا ہوگا اتنے بڑے کاروبار کرنے کے دوران ہمارا توجہ اس کی دل کی طرف لگا رہا۔ ہم دیکھ کر حیران رہ کہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کا دل اللہ کے ذکر سے عافل نہیں ہوا تھا۔ کاروبار بھی کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کر رہا تھا۔ فرمایا ایک شخص کو طواف بیت اللہ کرتے ہوئے دیکھا لیکن جب ہم نے اس کے دل کی طرف توجہ کی اس کا جسم تو وہاں موجود تھا لیکن دل اس کا وہاں موجود نہیں تھا۔ دل اس کا کہیں اور پھنسا ہوا تھا۔ ہمیں بڑا افسوس ہوا کہ اتنا لمبا سفر کر کے خانہ کعبہ تک پہنچا لیکن اس کا پہنچنا اس کے لیے کارگر نہیں ہوسکا کیونکہ اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کا دل غیر اللہ کی طرف متوجہ تھا۔

تو انشاء اللہ یہ ذکر قلبی کرنے سے انسان کے دل کا توجہ دنیا و مافیہا سے ہٹ جاتا ہے اس لیے تو اللہ نے فرمایا کہ کامیاب وہ ہوا جس نے اپنے باطل کو اپنے قلب کو پاک بنایا۔

وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

اپنے پروردگار کے نام کو یاد کیا فَصَلّٰی پھر نماز کو بھی ادا کرتا تھا۔نماز مکمل ہی تب ہوتی ہے جب انسان کا باطن بھی پاک ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بھی شاغل ہو جائے۔اگر اس کا باطن غیر اللہ کی محبت سے خالی نہیں ہے اور اس کا دل اللہ کے ذکر میں شاغل نہیں ہے تو وہ نماز خشوع وخضوع سے خالی ہے۔وہ نماز مقبولیت کے مقام کو پہنچ نہیں سکتی۔

وصال پیار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مجھ سے محبت کرنے والو، میرا نام لینے والو، میرے سامنے سجدہ ریز ہونے والو، میرے لیے اپنے گھروں کو چھوڑ دینے والو کیا تمہیں پتہ ہے یا تمہیں علم ہے کہ میں تم سے دور نہیں ہوں۔ میں تیرے اندر موجود ہوں۔ تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے قلب میں، تیری روح میں ہوں۔ تیرے سامنے ہوں اور تو شکایت کرتا کہ مجھے کب وصال ہوگا۔

بھٹائی صاحب کہتے ہیں تو ادھر ادھر مارا پھرتا ہے۔ دور دور جا کر اپنے محبوب حقیقی کو ڈھونڈتا۔ تو اپنے اندر میں، باطن میں جھانک لے۔ محبوب حقیقی تو وہاں موجود ہے۔

چو وڃين وڻڪار هت نہ ڳولهين هوت کي

لڪو ڪين لطيف چئي ٻا روچو ئي پار

نا ري نيڻ نهار تو ۾ ديرو دوسن جو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا حدیث قدسی سے کہ میری یہ خواہش تھی کہ مجھے پہچانا جائے تو میں نے یہ ایک کام کردیا۔ اس ذریعہ سے میں پہچانا جاؤں گا۔ وہ میں نے یہ کام کیا کہ انسان کو پیدا کردیا۔

انسان کو جو پہچانتا ہے، انسانیت کو جو اپنا لیتا ہے، انسان کا جو احترام کرتا ہے، اسکے حق کی پاسداری کرتا ہے، اس سے پیار کرتا ہے، میں بلا کسی تحمل کے کہتا ہوں، مجھے دلی طور پر اس پر انشراح ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔ وہ بصیر ہے انسان کو بصارت عطا فرمائی۔ وہ سمیع ہے انسان کو سماعت عطا فرمائی۔ وہ علیم ہے انسان کو علم عطا فرمایا۔ اللہ عزوجل نے اپنے اوصاف میں سے انسان کو وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔

تکبر

تو دوستو! تو آج ہمیں صرف یہی کام کرنا ہے، آج تک ہم ادھر ادھر ڈھونڈتے رہے ہیں کہ کہاں یار کا میلہ ہوگا، کہاں یار سے ملاقات ہوگی، کہاں یار کا قرب نصیب ہوگا، کہاں یار کا حضور ملے گا۔ تو آج ہمیں یہ سبق سیکھ لینا چاہیے کہ یار ہمارے اندر بستا ہے، لیکن یاد رکھو اگر تمہارا گھر ویران ہو، اگر تیرا گھر میلا ہو، اگر تیرے گھر میں گندگی غلاظت کے ڈھیر ہوں، تمہارے گھر کی صفائی نہ ہو، تمہارے گھر میں روشنی نہ ہو، تمہارے گھر میں پاکائی نہ ہو، تو دوستو کون ہے وہ شخص جو ایسے ویران، ایسے خراب، ایسے گندے گھر میں داخل ہونا چاہے گا۔ کبھی بھی نہیں۔ جب تو خود ایک ویرانے ایک گندے اور گند سے بھرے ہوئے گھر میں داخل ہونا نہیں چاہتے تو پھر تیرے دل میں جس کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ میرا گھر ہے کیسے توقع کرتے ہو کہ ایسے دل میں اللہ بھی داخل ہوگا۔ جیسے تم اپنے گھر کو صاف کرتے ہو، جیسے تم گھر کو پاک بناتے ہو، اس کو جھاڑو لگاتے ہو، اسکی صفائی کے لیے نوکر مقرر کرتے ہو، دن رات اس کی صفائی کرتے ہیں تو دوست اپنے دل کو بھی پاک بناؤ۔ اگر واقعی تمہیں سچی محبت ہے اس رب سے۔ جب یہ تیرا دل پاک ہوگا، جب یہ دل صاف ہوگا، کس چیز سے؟ مال کی محبت سے، دنیا کے حرص سے اور ہمارا

حال یہ ہے کہ خواہشات کا قلعہ موجود ہے دل میں۔ دنیا کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ ہر حال میں ہمیں دولت ملے۔ ہر حال میں ہمیں پیسے ملیں چاہیے جائز ہوں یا ناجائز۔ چاہے حلال ہوں یا حرام۔ اگر محنت سے نہیں تو زبردستی سے، کسی اور کا حق مارتے ہوئے۔ یہ دیوانگی اور یہ بے وقوفی یہ بے صبری بتاتی ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور یہی رکاوٹ بن گئی ہے ہمارے اور اللہ کے درمیان۔ اس دل کو ان سب تعلقات سے، اس دل کو ان سب خرابیوں سے پاک اور صاف کرنا ہوگا۔ اسی مقصد کے لیے یہ صحبتیں ہیں۔ اسی مقصد کے لیے یہ محفلیں ہیں، اسی مقصد کے لیے یہ ذکر ہیں، اسی مقصد کے لیے یہ خانقاہیں ہیں، اس کے علاوہ انکا اور کوئی مقصد نہیں۔

دوستو! حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ وہ گذر رہے تھے گلی سے۔ وہاں ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں اپنے کپڑوں کو بچایا۔ کتے نے ان کے ساتھ زبان حال سے کلام کیا اور کہنے لگا سلطان العارفین تم اپنے کپڑوں کو ناپاک ہونے سے بچانا چاہتے ہو، لیکن اگر میرے جسم سے کپڑا مس بھی ہو جائے تو صرف تین بار دھونے سے یہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے لیکن جو تیرے اندر احساس برتری پیدا ہوا۔ جو تمہارے دل میں بڑے پن کا احساس اوروں کی حقارت کا احساس پیدا ہوا یہ تو ایسی خرابی دل میں پیدا ہو گئی کہ سات سمندروں سے بھی دھوؤ گے تو یہ دور نہیں ہوگی۔ پھر انکو وہ کہنے لگا سعدی فرماتے کہ میں ایک کتا ہو کر بھی خدا پر توکل رکھتا ہوں جو ہڈی جس روز مل جاتی ہے اسی سے پیٹ بھر لیتا ہوں۔ کل کے لیے اس کو بچا کر نہیں رکھتا لیکن بایزید تو سلطان العارفین ہے اور گھر میں تم نے گندم کا ذخیرہ بھی رکھا ہے۔ کیا تمہارا اللہ پر بھروسہ نہیں۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے فرمایا صد بار افسوس میں تو یہ توقع رکھتا تھا کہ قیامت کے دن میں نیک لوگوں کے ساتھ رہوں گا، انکی ہم نشینی میں رہوں گا اور میں اللہ کے قرب اور حضور میں رہوں گا، اللہ کی ہم نشینی کا مقام پاؤں گا۔ لیکن

بایزید تیرا تو وہ حال ہے کہ تجھے اپنی صحبت کے لیے کتا بھی قبول نہیں کر رہا ہے اپنی یارانی کے لیے کتا بھی تجھے پسند نہیں کر رہا ہے۔

ازاں بر ملائکہ شرف داشتند

کہ خود را بسگ نہ پند اشتند

اس لیے تو ان کا مقام بڑھ گیا۔ ملائکوں سے بھی بلند فرشتوں سے بھی بلند۔ سب سے سب انسانوں سے بلند ہو گئے۔ جو انسان انبیاء، صحابہ اور ائمہ کے بعد ہیں اولیاء نے ان سے زیادہ بلند مقام حاصل کیا۔ محض اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے تھے۔

جہنم اور عذاب

دوستو جہنم کیا ہے؟ عذاب کیا ہے؟ اگر تم جہنم اور عذاب کے بارے میں پوچھتے ہو تو عاشق کہتا ہے کہ جہنم اور عذاب آگ کا نام تو نہیں یہ تو یار کی ناراضگی کا نام ہے۔ جہنم اور کچھ بھی عذاب نہیں اگر کوئی عذاب ہے تو وہ محبوب حقیقی کی ناراضگی کا نام ہے۔

ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیار ہوں یارب العالمین مجھے جہنم میں ڈال دیا جائے اور تیری ساری مخلوق آرام میں رہے۔ ایک مست محبت والا ہے میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا چند دنوں کی بات ہے۔ وہ قرب و جوار میں رہتا ہے۔ وہ جب گفتگو کرتا ہے اس کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اس کی گفتگو سن کر میں بھی لرز گیا تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ اپنے ساتھ رکھنا ہے۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس نے کہا اگر جنت میں جاؤ پھر بھی ساتھ رکھنا ہے اگر جہنم میں جاؤ پھر بھی ساتھ رکھنا ہے۔ میں لرز گیا، میں کانپ گیا۔ اس کو جہنم سے ڈر نہیں لگتا۔ کہتا ہے اگر جہنم میں جاؤ پھر بھی ساتھ لے جانا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اتنی گہری بات اس دوست نے کہی تھی اسکی بات کو میں اس لیے نہیں سمجھ سکا۔ میں سوچتا رہا سوچتا رہا یہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر مجھے وہ حدیث یاد آئی کہ حضور علیہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے والوں سے جہنم بھی پناہ مانگتا

ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں تو سراپا تقصیر ہوں۔ میں تو عیبوں میں بھرا ہوا ہوں۔ میں تو گنہگار ہوں۔ یہ تو اس دوست کا حسن ظن تھا میرے اندر حالانکہ من آنم کہ من دانم۔

میں جو کچھ ہوں میں جانتا ہوں۔ تو دوستو جہنم سے ڈرنے کے بجائے یار کی ناراضگی کا خوف تمہارے دل میں ہونا چاہیے۔ موت اسی چیز کا نام ہے کہ جب یار چہرہ پھیر لے۔ اگر یار راضی ہے تو موت موت کچھ بھی نہیں۔ موت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ تم موت کے بعد بھی زندہ ہو۔ جب تم قبروں میں جاتے ہو اس وقت بھی زندہ ہو۔

مرٹا اڳي جي مٺا سي مري ٿيا نہ مات

وہ عشق کے خنجر سے جن کو قتل کر دیا گیا۔ محبت کی تلوار سے جن کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔ جو دیدار الٰہی کے متلاشی اور طالب ہیں۔ اب یہ موت بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔

بے قدری

رمضان کا مقدس مہینہ آرہا ہے جس میں لیلۃ القدر کی رات بھی ہے جسکا مقام ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔تو اس ماہ میں عبادت کے لیے کوشش کرو اللہ عزوجل لیلۃ القدر کی رحمتیں بھی عنایت کرے گا اور دوستو جو سارا مہینہ روزے نہ رکھے۔ سارا ماہ اپنا وقت برباد کرے۔تو بتاؤ اسے کس طرح لیلۃ القدر نصیب ہوگی اور کس طرح اسے برکتیں حاصل ہوں گی؟ جب کہ وہ متوجہ ہی نہیں ہے۔ اسکی مثال اس طرح ہے کہ نلکے کے نیچے کوئی برتن الٹا رکھا جائے یا بھینس کا دودھ نکالتے وقت برتن الٹا رکھے تو دودھ کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔

طریقہ مشائخ

ہمارے سندھ میں گیدڑ پائے جاتے ہیں۔ یہاں اللہ آباد شریف کنڈیارو میں جب ہم شروع میں آئے تھے' تو یہ قبرستان بڑا گھنا تھا۔ تو یہاں بڑے گیدڑ ہوتے تھے۔ کراچی کے لوگ اور لاہور کے لوگ ڈر نہ جائیں کہ یہاں بھئی ایسے جانور بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہمیں کھا جائیں گے۔ بھائی ان جانوروں سے بدتر تو ہم لوگ جانور بن چکے ہیں۔ وہ بیچارے دنیا چھوڑ گئے۔ کیوں کہ یہ خود جانور بن گئے ہمارا کام نہیں رہا۔ تو جب شام ہوتی تھی ان کی آواز آتی تھی۔ ان کی ایک مخصوص چیخ ہوتی ہے جو میں بڑے شوق سے سنتا تھا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر جب گھر میں جاتے تھے۔ قبرستان سے آواز سننے میں آتی تھی۔ میں بڑے آرام سے ان کی آواز سنتا تھا۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ تمہیں پتا ہے کہ گیدڑ شام کو کیا کہتے ہیں؟ پھر فرماتے تھے کہ ایک گیدڑ نکلتا ہے' دن کو اس نے کھایا پیا ہے' پیٹ اس کا بھر گیا ہے' وہ غرور سے آواز بلند کرتا ہے ''میں وہ میں'' بھئی مجھ جیسا کوئی نہیں ''میں وہ میں'' یہ سن کر دوسرا گیدڑ ادھر سے نکل آتا ہے تیری اوقات کیا ہے' تو کیا ہے ''میں وہ میں''۔ تیسرا آتا ہے' تو کیا بنتا ہے' تیرا کیا ہے ''میں وہ میں'' پھر چاروں طرف سے یہی آوازیں آتی ہیں ''میں وہ میں'' ''میں وہ میں'' ''میں وہ میں''۔

گیدڑوں کی طرح آج ہر طرف سے ہماری آوازیں آرہی ہیں ''میں ہی میں'' ''میں ہی میں'' میں ٹھیک ہوں، میں صحیح ہوں، باقی سب غلط ہیں۔ دوستو اگر تم لوگ صوفیاء کرام سے محبت کرتے ہو ان کے عاشق ہو سندھی ہو یا پنجابی ہو سرحد کے ہو یا بلوچستان کے ہو۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات پر عمل کر کے دکھاؤ۔ کیا آج بھی دیکھو ان کے درباروں پر ہر طرف سے لوگ نہیں آتے؟ ہر قسم کے لوگ نہیں آتے؟۔ ان کی دربار پر ہر طرح کے لوگ اس وقت بھی آتے تھے یہ اور بات ہے جو اس وقت تعلیم دی جاتی تھی آج وہ تعلیم وہاں مفقود ہو چکی ہے۔ ان کے ہاں بیٹھنے والے وہ لوگ جب وہاں سے جاتے تھے ان کے سینوں میں انسانیت کی خوشبو ہوتی تھی۔ وہ وہاں سے جاتے تھے تو پیار اور محبت سیکھ کر جاتے تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

هلو هلو درڪورئين نازڪ جنين نينهن

ڳنڍين سارو ڏينهن ڇنڻ مور نه سکيا

کہتے ہیں جاؤ ان جولاہوں کے پاس جو کپڑا بنتے ہیں۔ بڑے نازک نازک دھاگے ہوتے ہیں پر وہ چھوٹے چھوٹے دھاگے ایک دوسرے سے ملاتے جاتے ہیں، ملاتے جاتے ہیں۔ وہ اپنی کوشش کرتے ہیں کہ ایک دھاگہ بھی ٹوٹنے نہ پائے۔ جب وہ بڑی محنت سے اپنی نظر خرچ کرتے ہیں، اپنی کوشش خرچ کرتے ہیں تو ایک خوبصورت لباس تیار ہوتا ہے۔ وہ ان جولاہوں سے اللہ والوں کو تشبیہ دیتے ہیں۔ بھائی چلو ان جولاہوں کے پاس، ان اللہ والوں کے پاس جن کی عجیب محبت ہے۔ وہ تو سارا دن گانٹھتے ہی رہتے ہیں۔ ملاتے ہی رہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی توڑنا سیکھے ہی نہیں۔ آج ہم قوموں میں بٹ چکے ہیں۔ آج ہم فرقوں میں بٹ چکے ہیں، وہ ایسا ہے، وہ فرقہ ایسا ہے، میرا فرقہ صحیح ہے، ان کا فرقہ غلط ہے، یہ ایسا ہے، یہ ویسا ہے۔ یہاں آپ کو یہ تعلیم نہیں ملے گی۔ ہمیں بھلے پتھر ملیں۔ کھائیں گے پتھر۔ ہمیں برا بھلا کہا جائے

ہمیں قبول ہے۔ ہم اپنے مشائخ کی تعلیم دیتے رہیں گے۔ کوئی خوش ہو یا ناراض۔ وہ یہ ہے کہ آؤ سینے سے لگ جاؤ، ہمیں بھی سینے سے لگاؤ، ایک بن جاؤ، خدا کی بندگی کا حق ادا کر کے دکھاؤ، حضور ﷺ کے قدموں میں اپنا سر جھکا کے دکھاؤ۔

روح کی غذا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ جسم' اس کی تمثیل دیتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کی طرح ہے اور جو تمہارا روح ہے' فرماتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ اب پھر اگر کوئی شخص سفر کرنا چاہے گا تو گدھے کو گھاس ڈالے گا' اس پر زین رکھے گا' اس کو تیار کرے گا اور اس پر خود سوار ہوگا اور پھر آگے جائے گا۔ لیکن جو اس نے گدھے کو کھلایا ہے' گدھے پر زین ڈالی ہے اس سے اپنی ضروریات اس کے جسم کی پوری نہیں ہوئیں۔ اس کے جسم کو ضرورت ہے مختلف چیزوں کی۔ وہ گدھے والا دانا وہ خود نہیں لے گا۔ وہ گدھے والی زین اپنی پیٹھ پر نہیں ڈالے گا۔ جو اس گدھے کی ضروریات ہیں وہ خود استعمال نہیں کرے گا۔ وہ فرماتے ہیں بے وقوف تم خرِ عیسیٰ کی طرح اپنے جسم کو تو کھلا پلا رہے ہو۔ اس کو تیار کر رہے ہوتا کہ وہ اچھا نظر آئے۔ موٹا نظر آئے۔ تازہ نظر آئے لیکن جو اس پر سوار ہے روح۔ اس کی غذا کیا ہے ؟۔ اس کو تو تو نے کچھ کھلایا ہی نہیں۔ اس کی تو تو نے کچھ خیر خبر لی ہی نہیں۔ اس کو تو نے کبھی یاد ہی نہیں کیا۔ اس کی ضروریات کو کبھی نہیں جانا۔ اس کی طلب اور جستجو کو تو نے نہیں پہچانا تو وہ روح تمہارا بھوکا رہ گیا اور تمہارا جسم موٹے سے موٹا ہوتا چلا گیا۔ تو تمہاری روح کی غذا بھی عیسیٰ علیہ

السلام کی طرح بڑی پاکیزہ ہے۔ وہ اللہ کا ذکر ہے۔ وہ اللہ کی یاد ہے۔ وہ نور ایمان ہے۔ وہ تقویٰ ہے۔ وہ معرفت ہے جو اللہ والون کی صحبت میں بیٹھنے سے قلب اور روح کو میسر ہوتی ہے۔ تو تمہارا روح پیاسا ہے، تمہارا روح بھوکا ہے، تمہارا روح کمزور ہے، تمہارا روح مریض ہے اور بیمار ہے۔ بیوقوف صرف اپنے جسم پر لباس فاخرہ سجانے کے بعد، اچھے کپڑے پہننے کے بعد، اچھی اچھی چیزیں گھر میں جمع کرنے کے بعد یہ مت سمجھو کہ میں نے سب کچھ کرلیا۔ میں نے اپنی ذمیداریوں کو پورا کرلیا۔ اب تو میں بہت ہی بڑا آدمی بن چکا ہوں۔ نہیں جب تک تمہارے روح کی غذا نہیں ملے گی اور اس کی ضروریات نہیں پوری ہونگی تب تک تم انسان کہلوانے کے حقدار نہیں ہو۔ ایسا جسم تو گدھے کو بھی ہے۔ ایسا جسم تو گائے اور بیل کو بھی ہے۔ ایسا جسم تو جانوروں کو درندوں اور پرندوں کو بھی ہے۔ اس لیے اپنی جستجو اور اپنی کوشش کو صرف جسم کی ضروریات تک محدود مت رکھو۔

قطرہ رحمت کی جستجو

سیپ جو سمندر کے تہہ میں رہتی ہے اور اس کو رحمت کے قطرے کی تلاش ہوتی ہے۔ وہ سمندر جس کا پورے کا پورا پانی کڑوا' کسیلا اور کھارا ہوتا ہے۔ تو وہ پانی ایسا سخت کڑوا ہوتا ہے کہ اگر زبان کو لگ جائے تو زبان بھی جلنا شروع ہو جاتی ہے۔ تو اس سمندر کے تہوں میں رہنے والی وہ سیپ' اس کو تلاش ہے ایک قطرے کی۔ اپنے منہ کو اس نے بند کر کے رکھا ہے۔ اتنے کثیر پانی میں رہتے ہوئے بھی وہ سیپ اپنے منہ کو بند رکھتی ہے سمندر کے تہوں میں تا کہ کوئی بھی ایک قطرہ سمندر کے پانی کا اس کے اندر داخل نہ ہو کیونکہ اس کو تلاش ہے پانی کی۔ کوئی عام پانی نہیں۔ پانی تو سمندر میں موجود ہے لیکن نہیں۔ اس کو علم ہے کہ وہ ایک ایسا قطرہ ہوگا جو اللہ کی رحمت کی بارش جو برستی ہے' اس میں سے ہوگا اور اس کو امر ہوگا کہ ہاں تیرے اندر میں نے وہ صلاحیت ودیعت کی ہے اگر تو سیپ کے سینے کے اندر چلا جائے تو تجھ سے گوہر نایاب پیدا ہوگا۔ تو وہ سیپ اس قطرے کے انتظار میں رہتی ہے۔ ماہر آبیات کہتے ہیں کہ وہ کبھی کبھار سمندر کے اوپر آ کر چھوٹی سے سیپ چھوٹا سا منہ کھولتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ کب بارش کا وہ قطرہ آئے گا جو میرے سینے میں سما جائے۔ جس کو پانے کے لیے اللہ نے مجھے مقرر کیا ہے۔ ایک بار آنے کے

بعداس کو قطرہ نہیں ملتا۔ خاموشی سے پھر وہ سمندر کے تہوں میں چلی جاتی ہے۔ کیا ہوا اگر پیاس میری نہیں مٹی، پانی کا وہ قطرہ نہیں ملا تو کوئی فرق نہیں لیکن اگر میں حاصل کروں گی تو وہی قطرہ حاصل کروں گی۔ جو باران رحمت سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے بھیجے گا۔ پھر دوسری مرتبہ وہ سمندر کے تہوں سے نکلتی ہوئی سمندر کے پانیوں سے اپنا چھوٹا سا منہ چھوٹی سی سیپ باہر نکالتی ہے کہ کب رحمت کی وہ بارش آئے گی۔ سینکڑوں مرتبہ اس کو امتحان سے گذرنا پڑتا ہے، سینکڑوں مرتبہ لیکن اس کو کامیابی نہیں ملتی۔ اس آبی جانور کا حوصلہ دیکھیں، اس کی تقویٰ دیکھیں، اس کا صبر دیکھیں، اپنے مطلوب کو پانے کے لیے جدو جہد دیکھیں۔

مساجد

اتنی مساجد جن کو دوستوں نے آباد کیا ہے۔ مجھے امید ہے اتنی مسجدوں سے اللہ تعالٰی کی محبت کی دعوتیں دی جائیں گی لوگوں کو حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے عشق کی دعوتیں دی جائیں گی باہمی محبت پیار کی دعوتیں دی جائیں گی۔ مجھے امید ہے یہ رونقیں مسجدوں کی دن بدن بڑھتی جائیں گی اور یہ مسجدیں کشادہ ہوں گی مسجد ہماری ایسی جگہ ہے جہاں ہر انسان آ کر اپنوں سے ملتا بھی ہے ان جڑتا بھی ہے ان سے دکھ اور درد بیان کرتا ہے، ان سے حال احوال بھی لیتا ہے۔ تو یہ مساجد ہمارے مراکز ہیں۔ ایسے سمجھا جائے یہ ایسی جگہیں ہیں جہاں ہم ایک دوسرے سے محبتیں بڑھاتے ہیں۔ تعلقات کو بڑھاتے ہیں۔

غیبت کے نقصان

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے کامل اکمل ولی ہیں، وقت کے امام ہو کر گذرے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ایک موقعہ پر اے انسانو اگر میں غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت کیوں نہ کروں۔ لوگوں نے عرض کیا یا حضرت بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر آپ کو غیبت کرنی ہے تو اپنی ماں کی کیوں؟ آخر کس لیے؟ آپ نے فرمایا کیا آپ نے یہ نہیں سنا میرے آقا و مولیٰ آنخضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی کی غیبت کرتا ہے اپنے عمل اس کے حوالے کرتا ہے۔ تو میری ماں کا سب سے زیادہ مجھ پر حق ہے اور میرے اعمال سب سے زیادہ مجھے عزیز ہیں۔ اگر کسی کو عمل دینے ہیں تو میں اپنی ماں کو کیوں نہ دوں جس کا سب سے زیادہ مجھ پر حق ہے۔ اس حکایت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے جب ایسے الفاظ، ایسے کلمات زبان سے نکالتے ہیں تو اپنے اعمال کی خیر و برکت اس کے حوالے کرتے ہیں۔

کردار

ہم نے تو آج اپنی بدعملی اور غلط روش کی وجہ سے اسلام کو بدنام ہی کیا ہے۔ دین کو ہم نے انسانوں کے نظر میں داغ دار ہی بنایا ہے۔ آج قتل وغارت گری ہم مسلمانوں میں، ماں باپ کی نافرمانی ہم مسلمانوں میں، تعصب وفرقہ پرستی ہم مسلمانوں میں، چوری ہم مسلمانوں میں، اوروں کے مال کو غصب کرنے جیسی عادت ہمارے اندر پیدا ہوگئی ہے۔ رشوت خوری ہمارے اندر پیدا ہوگئی، حرام خوری جیسی عادت ہمارے اندر پیدا ہوگئی۔ ہماری ان سب ناگفتہ بہ عادتوں کو دیکھ کر اور ممالک میں رہنے والے لوگ، وہ غیر مسلم ہماری حالت کو دیکھ کر کہتے ہیں کیا دین اسلام اسی چیز کا نام ہے جو روش آج مسلمانوں میں نظر آرہی ہے؟ اس مملکت میں رہنے والے افراد میں نظر آرہی ہے کیا دین اسلام اسی چیز کا نام ہے؟ بلکہ ہمارا کردار دیکھ کر وہ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ اگر دین اسلام یہی ہے تو پھر ہم اسی طرح ہی بہتر ہیں۔ جبکہ ہمارے اوپر لازم تھا کہ ہم اپنے کردار کے ذریعے ان غیر مسلموں کو دین کی طرف راغب کریں، متوجہ کریں مگر اس کے بجائے ہم نے ان کو اسلام سے ہی متنفر کر دیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے اگر اپنی غلط روش کو تبدیل نہ کیا، غلط عادتوں کو نہیں چھوڑا اور ترک نہیں کیا، ان بے حیائیوں برائیوں اور

گناہوں کو ترک نہیں کیا تو کل اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے دو طرح کے جوابات کی طلبی کی جائے گی۔ ایک یہ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی اطاعت نہیں بلکہ سرکشی کی، نافرمانی کی، اللہ کے حدود کو توڑا، اپنے نفس کی خواہشات پر لبیک کی۔ دوسرا اس لیے کہ جو اور لوگ اسلامی تعلیمات کی طرف راغب ہو رہے تھے وہ ہمارا بد کردار دیکھ کر اسلام سے دور ہو گئے۔ محروم رہ گئے۔ یقیناً یہ جواب طلبی ہم سے ضرور کی جائے گی۔ جس طرح کوئی نہر ہو اس نہر کا پانی دور دراز تک پہنچ کر کھیتوں اور کھلیانوں کو سیراب کر دے۔ باغات کو فائدہ پہنچائے پھر اگر اس نہر کے درمیان کوئی بڑا پتھر جو کئی ٹن وزنی ہو اور وہ طول اور عرض کے لحاظ سے بھی بڑا ہو۔ تو اگر وہ پتھر اس نہر کے درمیان آجائے تو وہ خود تو اس اس پانی سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کرے گا کیونکہ اگر وہ پتھر سالہا سال تک اس چھوٹی سی نہر میں پڑا رہے تب بھی اس میں کوئی بھی پھول یا پودا نہیں اگے گا۔ اس پتھر میں کوئی بھی تبدیلی رونما نہیں ہوگی۔ وہ جیسا ہے ویسا ہی رہے گا۔ تو پتھر اس پانی کے درمیان موجود رہنے کے باوجود نہ صرف خود محروم رہا بلکہ وہ نہر جو وسیع علاقے تک پہنچ کر سیراب کرتی تھی اس کی راہ میں رکاوٹ بن گیا۔ اسی طرح میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے دین اسلام، اس پیغام، اس فیضان کی راہ میں ہم رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں جو اس نہر کا مالک ہوگا اس کے دل پہ کیا گذرتی ہوگی جب وہ اپنے باغ کو ویران ہوتا دیکھتا ہوگا۔ جب پھلدار درخت سوکھ کر اجڑ گئے ہوں گے تو اس باغ کے مالک کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ تو آج جب ہمارے بداعمال کی وجہ سے میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے فیض سے دوسرے غیر مسلم بجائے اس کے کہ کچھ حاصل کرتے، فیضیاب ہوتے مگر ہمارے کردار کی وجہ سے وہ بھی محروم ہو گئے۔ اب آپ یہ خود اندازہ کریں کہ میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی کہ یہ میرے امتی ہیں؟ کہاں وہ میرے امتی جو صحابہ کرام کے نام سے یاد کیے

جاتے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کو عام کرنے کے لیے اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی، اپنے وطن کو چھوڑا، مال کو قربان کیا بلکہ اپنی جانیں تک قربان کر دیں اور کہاں یہ میرے امتی جو اس دین کو عام کرنے کی بجائے اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جس آقا ﷺ سے ہمیں عشق ہے، جس سے ہم محبت کی دعویٰ کرتے ہیں، جس کے اسم مبارک کو ہم لے کر درود و سلام بھیجتے ہیں لیکن اپنے عمل و کردار سے ہم آپ ﷺ کے ساتھ محبت کا ثبوت نہیں دے رہے۔ اس محبت اور ایسی دعویٰ کی آنحضرت ﷺ کو کوئی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ محبت تو ان کی قبول کی گئی جنہوں نے آقا ﷺ کے آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت کی۔ اپنے کردار و پیغام کے ذریعے اس کو دنیا بھر میں عام کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ہی پسند کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ ہی بیٹھنے کو محبوب سمجھا اور ان کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے رہے کہ یارب العالمین ان لوگوں کو تو کامیاب فرما۔

تقریر

تقریر کرنے والا درحقیقت ایسے ہی ہوتا ہے کہ وہ تلوار پر چل رہا ہوتا ہے۔ جیسے کہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کا ایک شعر ہے۔ اس کے اصل الفاظ تو مجھے یاد نہیں ہیں اصل لطف توان الفاظوں میں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب نے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر مجھے کنویں میں پھینکا ہے اور حکم دیا ہے کہ خبردار اپنے کپڑوں کو مت بھگونا۔ تو میرے دوستو اس معنیٰ میں ہم اگر دیکھتے ہیں یہ تو ہمیں گویا کہ اپنے مشائخ کی طرف سے ڈیوٹی لگائی گئی ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں مجھ سے آپ لوگ بہت اچھے ہیں یہ میرے دل کی آواز ہے۔ سننے والے بہت اچھے ہیں۔ کاش سنانے والے اچھے ہو جائیں کیونکہ سننے والے تو بڑے عظیم ہوتے ہیں، وہ اپنے کام کاج چھوڑ کر، اپنی مصروفیتوں کو چھوڑ کر صرف اسی لیے آتے ہیں کہ چلو سنتے ہیں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے کسی کے سامنے بیٹھ کر اس کی بات سننا لیکن سنانے والے اس کی نزاکت کو نہیں سمجھتے کہ کتنی بڑی ذمہ داری ان سارے لوگوں نے ہمارے اوپر ڈال دی ہے اور یہ ہم میں یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہمیں صحیح بات بتائیں گے جس میں ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی ہوگی۔ اب اگر سنانے والے کا یہ خیال نہیں، اس کا یہ یقین نہیں، اس کے اندر یہ احتیاط نہیں ہے کہ

یہ ایک امانت میرے اوپر رکھی گئی ہے تو پھر اس کا بولنا' اس کی گفتگو' اس کی تقریر میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر گناہ ہی بن جاتا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دل میں کچھ شرم پیدا کرے تا کہ ہم حق ادائی کر سکیں اور یہ احساس دل میں پیدا ہو اور اس کی اہمیت ہمارے سامنے ہو کہ یہ اتنا نازک کام ہے۔

رحمتِ الٰہی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے دور مت بھاگو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت آپ کے قریب ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت نے آپ کو گھیر رکھا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہم بھی اپنے دل کی کھڑکی کھولیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگ رہی ہے۔ روح افزا بادنسیم چل رہی ہے۔ مگر کوئی اپنے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے کہے کہ بہت سخت گرمی ہے تو ہر ایک کہے گا تم تو بڑے بیوقوف ہو۔ صبح کی بادنسیم لگ رہی ہے، کتنی پیاری ٹھنڈک ہے اور تم اپنی کھڑکیاں بند کر کے بیٹھے ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اتنی کشادہ وسیع ہے مگر ہم اپنے دل کی کھڑکی بند کر کے بیٹھیں اور پھر اپنی محرومی کا رونا روتے پھریں تو یہ ہماری اپنی بدقسمتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دل کی کھڑکی کھولیں تاکہ وہ خدا کی رحمت ہمارے دل میں داخل ہو۔ ہمارے دل کے گلشن کو سرسبز وشاداب بنائے۔

تبدیلی

میں امید کرتا ہوں کہ جب ہم یہاں سے اٹھ کر جائیں ہمارے دل میں کوئی ایک سبق تو ہو اور دوسری بات میں آپ کو عرض کروں گا کہ تبدیلی کی شروعات گلیوں کوچوں اور اسٹیج سے نہیں ہوگی تبدیلی کی شروعات اپنے معاشرے، اپنے گھر سے کرو۔ گھر سے کیسے کرو گے سب سے پہلے اپنے گھر کے جو بنیادی ایک اہم رکن ہیں وہ میاں بیوی ہیں ان کا باہمی تعلق، ان باہمی اعتماد ان کا باہمی خوبصورت سلوک ایک دوسرے ساتھ عزت والی گفتگو، سب کو عزت دینا سیکھ لیں۔ بڑے دکھ اور افسوس کا مقام ہے میرے مرشد تقریروں میں فرماتے تھے دوست ہمارے دوستوں یاروں میں دانت نکالتے ہیں، قہقہ لگاتے ہیں، لیکن گھر میں ان کا منہ سوجا ہوا ہے، یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے اور اسی طرح سے مرد گھر میں آئے تو عورت کا منہ سوجا ہوا نہ ہو جو اس کو طعنے دے کہ تو نے میرے لیے کیا کیا ہے یہ صندوق بھی مجھے میرے باپ نے دیا ہے، یہ جوتی بھی میرے ابو نے لے کر دی ہے، یہ دوپٹہ میرے بھائی نے لے کر دیا ہے۔ ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اس کو بھی چاہیے کہ اپنے شوہر کی عزت اور وقار کو مقدم رکھے کتنی بھی اس کو تکلیف ہو شوہر کو ہنس کر استقبال کرے، یہ عورتیں سن رہی ہوں گی آپ کے لیے تو کام میرے نبی نے آقائے

نامدار آنخضرت ﷺ نے اتنا آسان کر دیا ہے جو عورت پانچ وقت نماز پڑھے، رمضان شریف کے روزے رکھے، اپنے شوہر کے ساتھ ہنس کر اچھے اخلاق سے بات کرے، اچھا رویہ اختیار کرے، آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب جنت کے دروازے کھلے ہوں گے۔ کتنی مختصر بات۔ اب عورتیں کہتی ہوں بھئی اب ہم آج کل جو سلسلہ چل پڑا ہے ورد و وظائف کا ہم یہ ورد کریں گے، یہ وظیفہ کریں گے، ایک ٹانگ والا کریں گے، رات کو جاگنے والا بھی کریں گے۔ آپ کی مرضی ہے لیکن بھئی جو ہمارے مرشد نے، مشائخ نے بات کہی ہے وہ بھی سن لو ایک ذکر کی بات عرض کی جارہی ہے تاکہ آپ کا تعلق مع اللہ قائم رہے اور دوسری بات میں آقا کی بات کر رہا ہوں کہ پانچ وقت نماز پڑھے اور روزے رکھے اور شوہر کو راضی رکھے جنت کے سارے دروازے کھل جائیں گے اور اب آپ کو کیا چاہیے۔ نماز پنجگانہ پڑھنی نہیں ہے۔ نماز نصیب نہیں ہے، اور وظائف پر زور لگ رہے ہیں۔ بھئی کیوں وظائف نکالے جا رہے ہیں جو فلاں شخص ہے فلاں گھر والا وہ میرا دشمن ہے اس کی جڑ کاٹنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے۔ بھئی کوئی کسی کی جڑ کیوں کاٹنے لگا۔ جب تمہارے دل میں اس کے لیے اچھے خیالات ہوں گے تو کوئی تمہاری جڑ نہیں کاٹے گا اور تمہارے دلوں میں اوروں کے بارے میں غلط خیالات آجائیں گے تو خود بخود لوگ تم سے دور ہوتے چلے جائیں بھئی اوروں کو منع نہیں کر سکتے ہو جو تمہاری جڑ نہ کاٹیں یہ تو کر سکتے ہو کہ لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھو، اچھا خیال رکھو اور وہ جڑ کاٹ رہے ہیں۔ یہ ان کا مسئلہ ہے ان کو ملے گا کچھ بھی نہیں تم اپنے مسئلے کو محسوس کرو۔ تمہارا مسئلہ کیا ہے کہ تم کسی کی جڑ نہ کاٹو، تم کسی کے بارے میں برا نہ سوچو۔ یہ مشکل بات تو نہیں مجھے امید ہے کہ آسان بات ہوگی اور آپ میرے دوست بور نہیں ہوں گے مجھے تو یہی باتیں کرنی آتی ہیں۔

پہچان

آپ کو دیکھ کر مجھے یہ لگتا ہے کہ آپ محبت الٰہی کی تلاش میں آئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تلاش میں آئے ہوں گے۔ تو دوستو اگر آپ ایسے مقصد زندگی کو پانا چاہتے ہیں تو اس عظیم مقصد کو پانے کے لیے بھی کچھ ہنر اور کچھ فن سیکھنا پڑے گا۔ جب ایک پرندے کو پکڑنا ہر ایک شخص کی بس کی بات نہیں ہے، وہ بڑے ذہین اور فتین شکاری کا کام ہوتا ہے، ایک چھوٹے سے ناسمجھ سے پرندے کو پکڑنا بھی ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتی تو یہ محبت اور عشق، جو ایک جنون ہے، جو ایک جذبہ ہے، جو ایک ولولہ ہے، جو ایک اثر ہے اس کو پانا بھی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اس کے لیے بھی کچھ اپنے آپ کو جلانا پڑتا ہے، کچھ محنت اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اپنے خیالات میں یکسوئی لانا پڑتی ہے، اپنے آپ کو سمجھنا پڑتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی پہچان کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔

جب اپنے آپ کو ہم سمجھیں گے، اپنے آپ کو جانیں گے پھر ہم اللہ تعالیٰ کی پہچان کو سمجھ سکیں گے اگر ہم اپنے آپ کو نہ سمجھتے، اپنے آپ کو نہیں جانیں گے تو اللہ تعالی کی کیسے پہچان حاصل کر سکتے ہیں۔

صوفیاء

ہمارا تعلق صوفیائے کرام کے ساتھ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے امت کے بیشمار خدمتگاران میں سے ایک صوفیاء کرام کا ایک ٹولا ہے۔ تو مجھے فخر ہے کہ ہم ان سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کا زور اس پر ہوتا ہے کہ اوروں کی عیب جوئی کرنے کی بجائے، اوروں کی غلطیاں اور کوتاہیاں تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر جھانک کر دیکھتے ہیں تم کتنے پانی میں ہو اور تم نے اپنا حال کیا بنا رکھا ہے؟ وہ تو نہیں ہے کہ اوروں کو عیب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اپنے چہرے کی بدصورتی، کم تری، اپنے باطن کی سیاہی کو تم بالکل بھلا بیٹھے اور یہاں تو کسی نے تمہیں نہیں ٹوکا کیونکہ لوگ یہاں تمہارے پیسوں کو دیکھ رہے تھے، لوگ تمہارے کپڑوں کو دیکھ رہے تھے، لوگ تمہاری زمینوں کو دیکھ رہے تھے، لوگ تمہاری گاڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔ تمہارے اندر کو نہیں دیکھ رہے تھے۔

محکومیت و حاکمیت

ہم جو اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان میں سے جس کسی سے پوچھو وہ زبان سے اگر نہ بھی کہے، اقرار نہ کرے لیکن اس کے دل میں یہ خواہش ضرور ہوتی ہے مجھے محکومیت نہیں حاکمیت چاہیے۔ مجھے نوکری نہیں چاہیے میں آقا بننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں محکوم بن گیا تو یہ میری ذلت اور رسوائی ہوگی۔ میری توہین ہوگی۔ حالانکہ اگر گہری نظر سے دیکھیں تو تقریباً ہر ایک شخص کسی نہ کسی پہلو سے حاکم ضرور ہوتا ہے۔ وہ کچھ پہلوؤں سے محکوم ہوگا، ہوسکتا ہے کہ دفتر میں چند گھنٹے بیٹھتا ہے اس وقت وہ کلرک ہو یا چپڑاسی یا کوئی اور اس کا عہدہ ہو، اس کا باس کوئی اور ہو، اس وقت وہ محکوم ہوسکتا ہے لیکن جب وہ دفتر سے باہر نکلتا ہے اس وقت وہ کسی کا محکوم نہیں ہوتا اور اس وقت جب حاکمیت جو اللہ کی طرف سے مل جاتی ہے گھر میں جانے کے بعد، اس کے دل میں اس کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ شکر کرے کہ اتنے سارے لوگ میری طرف دیکھتے ہیں، میرے حکم کو تسلیم کرتے ہیں اور میری توقیر کرتے ہیں اور میری عزت کرتے ہیں تو اب میری ذمہ داری ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مجھے یہاں ایک امتیازی مقام دیا ہے اس کا میں صحیح استعمال کروں لیکن اس پر تو وہ دفتر کا بھوت سوار ہوتا ہے میں دفتر میں محکوم کیوں

ہوں؟ اگر میں وہاں محکوم ہوں تو گویا کہ لاشعوری طور پر اپنے آپ کو محکوم ہی سمجھتا ہے اور وہ روتا ہی رہتا ہے۔ جس طرح کہ ہمارا معمول ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت ہو' ہمارے اوپر کوئی مہربانی ہو تو وہ ہمیں یاد نہیں آتی اگر ذراسی کوئی تکلیف ہو جائے' ذراسی کوئی آزمائش اور ابتلا آ جائے تو ہماری نظر میں ہر وقت وہ ہی کھٹکتی رہتی ہے کہ میرے اوپر ہی تکلیف کیوں؟ کسی سے پوچھیں تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ ہو' اس کے ساتھ بیٹھیں جب آپ اس کے ساتھ بات چیت کریں گے تو وہ بھی رونا روئے گا کہ یہ فلاں مصیبتیں میرے اوپر خاص ہی کیوں؟ گویا کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ دنیا بھر کی مصیبتیں میں نے ہی جھیلیں ہیں اور سب لوگ تو عیش کرتے ہیں۔ آپ جب غور وفکر سے دیکھیں گے بالعموم آج ہمارا تاثر یہی ہوگا۔ بہت ہی کم لوگ ہونگے ایسے جو دل سے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں اور یقیناً ان ہی لوگوں کی زندگی مطمئن اور مسرور ہوگی۔

خواہشات کے پجاری

بھٹائی صاحب سے پیار کرنے والے لوگو کچھ ہوش کرو۔ کل قیامت کے دن بھٹائی سے ملاقات ہو اور کہیں کہ سائیں تھے ہم فرقہ بندی کے شکار اور لوگوں سے لڑتے ہی رہتے تھے۔ شاہ صاحب کہیں گے کہ واہ خوب تم نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے۔ شاہ صاحب نے تو محبت کا درس دیا' پیار کا درس دیا' اپنی ذات کی نفی کا درس دیا۔ دوستو بڑے عقید تمند ہوتے ہیں لوگ بھی کہتے ہیں واہ کا عقیدت مند ہے۔ آپ کے اردگرد ہونگے' میرے چوگرد ہونگے۔ دوستو عاشقوں کو پر نہیں ہوتے کہ پر دیکھ کر آپ سمجھ جائیں ہاں یہ واقعی عاشق ہیں۔

سرمد غم عشق بوالہوس رانہ دہند

سوز دل پروانہ مگس رانہ دہند

سرمد ایک مغلیہ دور میں بڑے مجذوب بزرگ گذرے ہیں مستی میں رہتے تھے۔ وہ کہتے ہیں جو عشق کا غم ہے وہ خواہش کے مارے ہوئے کو نہیں ملتا جو اپنے نفس کا پجاری ہے اسکو نہیں ملتا۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاہ

اے میرے حبیب کیا تو نے اس کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔ بہت بدترین اپنا معبود بنایا ہے۔اس کے پیچھے بھاگتا ہے۔ جو اسکا نفس چاہتا ہے وہ کرتا پھرتا ہے۔تو سرمد کہتے ہیں غم عشق جو ہے وہ بوالہوس کو نہیں ملتا۔سوز اور گداز جو پروانے میں پایا جاتا ہے یہ مکھی کو نہیں ملتا۔مکھی بھی وہاں آتی ہے اِدھر اُدھر گھومتی پھرے گی لیکن شعلے کے قریب نہیں آئے گی کیونکہ اس کو پیٹ بھرنے کا فکر ہوتا ہے۔بڑے بڑے آتے ہیں امیر، رئیس، وزیر، ملازمت پیشہ لوگ یوں دیکھ کر چلے جاتے ہیں۔ہاں سائیں دعا کرو۔بس چلے جائیں گے۔ بیٹھنے مین ان کو مزا نہیں آئے گا۔

عمرے باید کہ یار آید بکنار

سرمد ایں دولت ہمہ کس رانہ دہند

ایک عمر چاہیے، وقت چاہیے کہ دوست تمہارے بازو میں آ جائے یہ ایسے نہیں ہوگا کہ تم نے جھٹ سے کہا اور پٹ سے آ گیا۔یاد رکھو دوست ہر ایک کے بازو میں نہیں آتا۔کسی خوش نصیب کے بازو میں آتا ہے۔تو محبوب کو پانا چاہتے ہو تو پھر دل سے خواہش نکال دو۔بوالہوس نہ بنو۔

قطرۂ رحمت

اِنَّ اللّٰہَ یُحْیِی الْاَرْضَ الْمَیْتَۃَ بِمَاءِ الْمَطَرِ۔

جب زمین ویران ہوجائے ۔جب زمین بنجر ہوجائے۔ جب زمین غیر آباد ہوجائے۔اس زمین پر کوئی آنا پسند نہیں کرتا۔کوئی چوپایہ نہیں آتا' کوئی گدھا گھوڑا نہیں آتا تو انسان کیا آئے گا کہ ویران اور بنجر زمین ہے۔اس کی ویرانی پر'اس کی حالت خراب پر رحمت کو جوش آتا ہے۔بارش برس پڑتی ہے۔اس کی ویرانی' اس کی غیر آبادی'اس کا بنجر پن آبادی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔وہ سرسبز شاداب ہوجاتی ہے۔اس میں کھیت اگ آتے ہیں۔اس میں بڑی میٹھی ،دھیمی پیاری خوشبو والے پھول کھلتے ہیں۔وہاں جانور بھی پہنچ جاتے ہیں۔وہاں انسان بھی پہنچ جاتے ہیں۔وہاں درند وپرند ہر چیز پہنچ جاتی ہے۔یہ کب ہوتا ہے؟جب میرے مولا تیری رحمت کی بارش برستی ہے۔آج ہمارا دل ویران ہوچکا'اس دل کو ہم نے غیر آباد کردیا' یہ دل ہم اپنے ہاتھوں میں خراب کرچکے۔یہاں اس خطے وزمین پر' تیرے پیارے'ہمارے شیخ کامل کی اس خانقاہ پر یہ اپنا دل لاکر ہم نے پھینک دیا ہے۔اس کی ویرانی پر رحم فرما۔اس کے بنجر پن پر رحم فرما۔اس کی غیر آبادی پر رحم فرما۔اپنے حبیب کے صدقے میں۔اس کے اہل بیت کے صدقے

میں ۔اس کے ازواج مطہرات کے صدقے میں۔ کیونکہ مجھے روایت یاد ہے کہ حضورﷺ نے انصار کا وسیلہ لے کر دعا مانگی تھی۔ مہاجرین کا توسل وتصدق دیکر دعا مانگی تھی۔ اے اللہ تو ویسے ہی سننے والا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خدا کے پاس بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ جن کے لیے آنحضرتﷺ نے فرمایا وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

کہ جن کی وجہ سے بارش برستی ہے۔ جن کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی رحمت تو ہے لیکن کسی کے صدقے میں۔ کسی ایک کے وسیلہ میں اللہ عطا فرمادیتا ہے۔ تو میرے مولا ہم بھی وہ ویران دل لے کر تیری بارگاہ میں آئے ہیں۔ ہم یہ تمنا اور آرزو کرتے ہیں کہ جہاں مجھ جیسے خطاکار، گنہگار کا ویران دل ہے۔ وہاں ایسے ایسے حسین صورت والے اور حسین دل والوں کے محبت اور عشق سے رنگین دل ہیں۔ مجھ جیسے نکمے کی حالت کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے صدقے میں میرے دل کو بھی آباد کردے۔ یقیناً تیری بارش برسے گی۔ یقیناً تیری رحمت کو جوش آئیگا۔ یقیناً تو اپنی بخشش کے دروازے کھول دیگا کیونکہ تیرا ہی درس ہے۔
لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔

میری رحمت سے مایوس مت ہو۔ یہ تیرا اعلان ہے۔ ہمیں تیرے اعلان پر پکا یقین ہے۔ ہم مایوس نہیں ہیں۔ جب اپنے حالت کو دیکھتے ہیں، جب اپنے بدافعالی کو دیکھتے ہیں، بدکرداری کو دیکھتے ہیں، بے فائی کو دیکھتے ہیں تو یقیناً ہم مایوس ہوجاتے ہیں لیکن شاعر کے بقول:

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے　　　تیری رفعتوں کا خیال ہے

تیری کیا بلندی، تیرا کیا شان، تیری کیسی وہ سخا ہر ایک کے لیے۔ اپنوں کے لیے بھی اور جو تجھے نہیں مانتے، تیری ذات کے دشمن ہیں، تیری ذات کے منکر ہیں ان پر بھی تیری

عنایتیں ہیں۔ کیا تیری رفعت؟ کیا تیری بلندی؟

تیری اک نگاہ کی بات ہے میری زندگی کا سوال ہے

ایک قطرہ عطا فرما دے۔ ایک قطرہ عطا فرما دے۔ میری زندگی بن جائے گی۔ میری مشکل حل ہو جائے گی۔ اے میرے مولا! میرے اندر تو سلیقہ انتظار کا بھی نہیں ہے۔ تجھ سے مانگنے کا طریقہ بھی نہیں ہے۔ میں تو وہ آلودہ انسان ہوں جو کبھی دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے' کبھی دوستوں کے پیچھے بھاگتا ہے' کبھی امیروں کے پیچھے بھاگتا ہے' کبھی وزیروں کے پیچھے بھاگتا ہے۔ تیرے در کا خیال کبھی نہیں آیا لیکن اگر آج آ ہی گیا ہے' اگر آج آ ہی گیا ہے تو یہ تیری سخا ہے۔ یہ تیری عنایت ہے۔ یہ تیری کشش ہے۔ یہ تیرا پیار ہے۔ اللّٰہ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

تو خود کہتا ہے اللہ جس کو چاہے چن لے۔ اگر کسی مجھ جیسے بے کار' نکمے' نا اہل کو بھی چن لے تو تجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ تو مالک و مختار ہے۔ اے میرے مولا! ایک قطرہ چاہیے۔ یہ سب امیر' یہ سب غریب' یہ مسکین' یہ سندھی' یہ پنجابی' یہ بلوچی' یہ پٹھان' یہ مختلف صورتوں والے' یہ مختلف نام رکھنے والے مختلف لباس' مختلف رنگ' مختلف ڈھنگ یہ سب تیری تخلیق کے حسین نمونے ہیں۔ یہاں صرف جمع ہوئے ہیں صرف ایک بات کے لیے۔ صرف ایک قطرہ چاہیے۔ ہمیں مایوس نہ لوٹانا۔ ہمیں مایوس نہ لوٹانا۔ ہمیں مایوس نہ لوٹانا۔

نعمتوں کی قدر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

اپنے آپکو تکلیف میں مت ڈالو۔ ہلاکت میں مت ڈالو۔اسی طرح تم اچھا لباس پہنو اگر تمہیں ضرورت ہے تو ہلکا لباس پہنو۔نرم اور نفیس لباس پہنولیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ تم غلط طریقے سے' جتنی تمہاری طاقت بھی نہیں ہے اپنی طاقت سے بڑھ کر۔نہیں جتنی تمہاری حیثیت ہے' طاقت ہے اس کے مطابق۔اور پھر یہ بھی نہیں کہ

ببیں ایں بے ھمیت را کہ ہرگز نہ خواہد دید روئے نیک بختی

تن آسانی گزیند خویش تن را' زن و فرزند را گذارد بہ سختی

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس بے ھمیت کو دیکھو عیش خود اڑاتا پھرتا ہے۔دوستوں کو کھلاتا پھرتا ہے اور بیوی بچوں کو تکلیف میں رکھتا ہے۔فرماتے ہیں بے ھمیت ہے یعنی بے غیرت ہے۔ایسے مت بنو۔جو بھی اللہ نے تمہیں دیا ہے خود بھی استفادہ کرو اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ کرو۔جتنا تم خدا کی خوشی کے لئے اپنے بچوں پر' اہل و عیال پر' اپنے پڑوسیوں پر

خرچ کرو گے اتنا زیادہ تمہیں اللہ عطا فرمائیگا۔ اس مال اولاد کی محبت حاوی نہیں ہونی چاہیے۔ دل میں محبت ایک اللہ کی ہو لیکن اس حوالے سے ان چیزوں کا قدر رہو کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے۔

مجنوں

وہ کہتے ہیں کہ مجنوں کے سامنے کوئی گذر رہا تھا کہ اس کو خاک سے بھرا ہوا دیکھا۔ پھٹا ہوا گریبان، گرد و غبار سے اٹے ہوئے بڑے بڑے بال تو اس نے کہا جس طرح کہ شاعر نے بیان کیا ہے۔

یکے پرسی زاز مجنوں غمگین زلیلیٰ تو چہ می خواہی اے مسکیں

تجھے کیا ہو گیا ہے؟ غریب ہو گئے ہو، مسکین ہو گئے ہو۔ تم بڑے امیر کے بیٹے ہو۔ بڑے صاحب عقل ہو۔ صاحب حیثیت ہو۔ تو مجنوں تو فدا تھا اور محبت میں فنا تھا، اس کو اپنے یار کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ تو مجنون نے جیسے ہی لیلیٰ کا نام سنا اس کی ہمت جواب دے گئی اور لیلیٰ کا نام سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہم اللہ کا نام سنتے ہیں ہمارے روئیں بھی نہیں اٹھتے۔ ہمارے روئیں میں کوئی حرارت نہیں آتی اور مجنوں نے لیلیٰ کا نام سنا بے ہوش ہو گیا۔

توازمن چند معنیٰ جوئے باشی ترا ایں بس کہ لیلیٰ گوئے باشی

مجنوں جب اٹھا تو کہنے لگا تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ لیلیٰ کیا ہے؟ میں کہتا ہوں محبت سے لیلیٰ کہہ کر تو دیکھو۔ یہی تمہارے لیے کافی ہے۔ ایسے اللہ اللہ آپ نے کیا

ہوگا۔ یہ گنہگار، بدکار، آپ کا خادم کہتا ہے کہ دل سے، محبت سے، عشق سے ایک مرتبہ اللہ کہہ کر تو دیکھو۔ اس طرح کہ واقعی دل کو احساس ہو کہ یہ دل پیاسا ہے۔ اس دل پر رحمت کی بارش برسے ہوئے سال بیت چکے ہیں۔

دنیا

اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کا حسین شاہکار ہے' اس دنیا کی مذمت کرتے ہوئے' ہمیں کچھ ڈر نہیں لگتا۔ ہم کہتے ہیں دنیا کی تو ایسی کی تیسی۔ اس دنیا میں تو کیا رکھا ہے۔ چھوڑو اس کو۔ ہم تو دنیا سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہمیں کچھ بھی نہیں چاہیے۔ بہت سارے لوگ ایسی بھی سوچ رکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایسے کچھ خشک زاہد آپکو آج بھی مل جائیں لیکن کیا واقعی ایسا ہونا چاہئے؟ دنیا کی مذمت کرنے سے پہلے آپکو یہ بات بھی سوچنی پڑے گی کہ دنیا ہے کیا چیز؟ کس چیز کو آپ دنیا کہہ رہے ہیں؟ جو بھی شخص ضرور پوچھنا چاہئے کہ دنیا کس چیز کو آپ کہتے ہیں متعین کریں کوئی چیز؟ جب اس کا نام آپ رکھیں گے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ اس حقیقت میں خامیاں کتنی ہیں اور خوبیاں کتنی ہیں۔ جب کوئی متعین چیز آپکے سامنے رکھی ہی نہیں جائے گی اور ایسے کہہ دیا جائیگا کہ بھئی یہ خراب ہے' یہ بیکار ہے' اس کو پھینک دو یہ تو ایسے ہی ہوا میں تیر چلانے والی بات ہوئی۔ متعین چیز ہونا ضروری ہے کہ دنیا کیا ہے اور اس کی مذمت کرنے میں میں حق بجانب ہوں کہ نہیں ہوں۔ میں آپکی خدمت میں عاجزانہ گذارش کرتا ہوں کہ جس زمین پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی دنیا ہے اگر دنیا خراب ہے تو اس زمین پر ہم کیوں بیٹھے ہیں؟ یہی وہ زمین ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ تیری غذا بھی پیدا کرتا ہے اور تیری

پوشاک بھی پیدا کرتا ہے اور پہاڑوں پر جب بارش برستی ہے تو برف کی صورت میں جمع ہو جاتی ہے۔تو یہ بھی دنیا ہے۔اس برف کے بڑے بڑے گلیشیر بن گئے۔دیکھو تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔نانگا پربت کی پہاڑوں سے میں گذرا ایک مرتبہ تو بڑا حسین منظر تھا۔میں زندگی میں کبھی بھی اس چیز نہیں کو بھول سکتا۔ہر طرف برف ہی برف پھیلی ہوئی ہے۔بہت ہی حسین منظر۔اس برف کا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا حسین سسٹم بنا دیا ہے کہ جو میرا خلیفہ ہے زمین پر۔جس کو میں نے تخلیق کیا ہے اس کو کبھی بھی زمین پر تکلیف نہ پہنچے۔تو وہ برف جمع ہوگئی اور بہت زیادہ جمع ہوگئی اور پھر جب دور دراز علاقوں میں پانی کی ضرورت محسوس کی گئی۔گرمی کا موسم آ گیا۔پانی کی شدت سے انسانوں کو چاہت محسوس ہوئی پینے کے لئے' نہانے کے لئے' کھیتوں کے لئے بھی' باغوں کیلئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس گرم موسم میں اس برف کو پگھلانا شروع کیا۔یہ کس کی قدرت ہے؟ کہاں پر برف نے ہزار ہا میل دور پگھل پگھل کر دریاؤں کی صورت اختیار کی اور وہ دریا جنوب کی طرف پانی کو لیکر چلنا شروع ہو گئے۔کیسا سسٹم' کیسا نظام جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔تو یہ بھی دنیا ہے۔میں اپنے زاویہ سے بات عرض کر رہا ہوں' ایک متعین چیز کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں۔پھر اس سسٹم کو ہم کیوں برا کہہ رہے ہیں؟ یہ بھی دنیا کا ایک حصہ ہے۔یہ بھی اللہ نے تخلیق فرما دیا اور بڑے بڑے دریاؤں سے پانی چھوٹے چھوٹے نالوں کے ذریعے کھیتوں تک پہنچنا شروع ہو گیا۔یہ نہری نظام تو بعد میں ہوا لیکن دریا اس سے پہلے بھی' انگریز کے بنائے ہوئے اس سسٹم سے پہلے اپنا راستہ ڈھونڈ کر سمندر تک پہنچ جاتے تھے۔ہزار ہا گاؤں' شہر راستے میں آ جائیں' کھیت راستے میں آ جائیں' باغات راستے میں آ جائیں ان کو سیراب کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔پھر جن جن علاقوں میں اگر یہ نہر کا پانی نہیں پہنچ سکتا تو اللہ نے ان کے لئے بھی بندوبست فرما دیا۔سمندر کا ذخیرہ کس لئے ہے؟ اتنا بڑا' اتنا بڑا سمندر اور پھر

دیکھو ہے بھی نمکین۔ اگر یوں منہ میں پانی ڈالنے کی کوشش کرو تو منہ میں ڈال بھی نہیں سکتے۔ ایسے نمکین پانی سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے انسان، اپنے خلیفہ کے لئے بندوبست کا یہ بھی نظام بنادیا کہ بخارات کی صورت میں بڑے بڑے بادل بن جاتے ہیں۔ جب وہ بادل تیار ہوتے ہیں تو اللہ کے حکم سے ہوائیں چلتی ہیں۔ یہ کارگو سسٹم، جس طرح ایئر لائن والے کہتے ہیں کہ بھئی ہمارے کارگو ایئر لائن آپکا ایک من ہو، آپکے دس من یا ایک ٹن کا سامان ہو آپ جہاں بھی کہیں ہم پہنچادیں لیکن ان کے پیسے دینے پڑیں گے لیکن بڑے بڑے یہ بادل، پانی کے کنٹینرز خدا کے حکم سے ہوا میں ٹہلتے ہوئے جا رہے ہیں۔ کیا حسین نظارہ ہے۔ جا رہے ہیں ان تھر کے علاقوں کی طرف جہاں کبھی بھی کوئی نہر نہیں گذری۔ جہاں لوگ پانی کو ترستے ہیں۔ جہاں انسان، حیوان، درند، پرند، جانور، حشرات الارض سب پانی کو ترستے ہیں۔ خدا کے حکم سے وہ کنٹینرز چل چل کر کر وہاں پہنچتے ہیں اور وہاں پانی برساتے ہیں۔ یہ بھی دنیا میں شامل ہے۔ تو یہ دنیا اللہ کی بڑی حسین چیز ہے۔ بہت ہی خوبصورت چیز ہے۔ اس کی تعریف وتوصیف خود اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ میری نہروں کو دیکھو۔ میرے سمندر کو دیکھو۔ کیسے اس کے اندر کشتیاں چلتی ہیں۔ اس میں جہاز چلتے ہیں اور اس سمندر میں کس طرح میری مخلوق رہتی ہے۔ اللہ خود اپنی قدرت کو قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے۔ تو یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے تخلیق کی ہے اس سے روگردانی نہیں کرنا، اس کو پیٹھ دیکر الگ نہیں ہوجانا ہے۔ اس دنیا کے حقائق، اس کے فوائد، اس کے ثمرات صرف تمہارے لیے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔

اے انسان! تیرے لئے ہی ہے سب کچھ۔ اس زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ تیرے لیے ہی ہے۔ اس لیے اس دنیا کو خدا کی نعمتوں میں سے ایک حسین نعمت سمجھنا چاہیے۔

نصیحت

نصیحت کا سلسلہ تقریباً ہر دن تقریر اور واعظ کی صورت جاری رہتا ہے مگر یاد رہے قدر دان شخص ہی فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اگر قدر نہ ہو تو پھر کتنا ہی عمدہ نصیحت کرنے والا کیوں نہ ہو حتیٰ کہ جو سب انسانوں میں بہترین انسان انبیاء علیہم السلام ان کے واعظ اور نصیحت کو سننے والے بے قدر لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے اور سننے سے انکار کر دیتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ ہم آپ کی بات سننا نہیں چاہتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں آپ کے ساتھ کوئی امیر نہیں ہے آپ کے ساتھ کوئی وقت کا حکمران نہیں ہے بلکہ چند مسکین اور غریب لوگوں کا ٹولہ آپ کے ساتھ ہے تو ہم آپ کی بات کیونکر سنیں۔

اندھاپن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میری یاد سے، میری ہدایت سے، میری آیات سے روگردانی کردی ہے اس پر دنیا میں یہ عذاب نازل کروں گا فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا اس کی معیشت کو، اس کی زندگی کو، اس کے گذران کو میں تنگ کردوں گا۔ دولت کے انبار ہوں گے پیسوں کی بھرمار ہوگی، کروڑہا اس کے پاس موجود ہوں گے لیکن دل کا ایسا مفلس اور کنگال ہوگا کہ اس کو دیکھتے ہوئے لوگ رحم کھائیں گے کہ اس کا حال کیا ہو چکا ہے۔ کیونکہ امیری دولت سے نہیں ملتی اگر امیری دولت سے ملتی تو صحابہ کرام کو ہم امیر نہیں کہتے؟ اگرچہ ان کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان جیسا امیر دنیا میں ان کے بعد کوئی آیا ہی نہیں۔ پیدا ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ امیری کی حقیقت کو جانچ چکے تھے کہ اصل امیری کیا ہوتی ہے۔ ہم تو ہیں ظاہر بین لوگ جس طرح کہتے ہیں کہ اندھوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا بھائی یہاں پر کوئی سرکس لگا ہے اس میں ہاتھی آیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرتے ہیں کہ اندھوں نے سوچا ہاتھی آ گیا ہے تو ہاتھی کو دیکھنا چاہیے۔ وہ پانچ چھ یا دس، وہ سب اندھے تھے۔ کوئی ان سے پوچھتا کہ بھئی تم ہاتھی کو کیا دیکھو گے تمہیں تو آنکھیں ہی نہیں ہیں؟ لوگوں نے

آ کر باتیں بتائیں کہ سائیں ہاتھی ایسا ہوتا ہے، سب جانوروں سے بڑا ہے جسامت میں تو وہ آپس میں مشورہ کر کے وہ ایک وفد کی صورت میں چڑیا گھر جا پہنچے کہ ہاتھی دیکھتے ہیں۔ پوچھتے پوچھتے اس ہاتھی کے کھڑے ہونے کی جگہ پر آ پہنچے تو ہر ایک نے ہاتھ کے ذریعے ہاتھی کو جانچنا چاہا کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے۔ ایک نے جو ہاتھ لگایا تو اس کا ہاتھ جا کہ ہاتھی کے پیٹ پر پڑا تو اس نے کہا ہاتھی بلکل دیوار جیسا ہے۔ وہ تھا تو اندھا ہی۔ دوسرے کا ہاتھ جا کر اس کی ٹانگ پر پڑا تو اس نے کہا اچھا ہاتھی بلکل پلر کی طرح ہے، ایک درخت کے تنے کی طرح ہے۔ یہ تو ہم نے بڑی بات سنی تھی یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسرے کا ہاتھ جا کر اس کی پونچھ، دم پر جا پڑا۔ اس نے کہا یہ تو رسے کی طرح ہے۔ یہ ہاتھی کی تو بڑی بات سن رہے تھے مگر یہ تو ایک رسے کی طرح ہے۔ جب واپس آئے تو سب نے الگ الگ بات بتائی۔ ایک نے کہا ہاتھی دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ دوسرے نے کہا ہاتھی پلر کی طرح ہوتا۔ تیسرے نے کہا ہاتھی رسے کی طرح ہوتا ہے۔ حقیقت ان سب میں سے کوئی بھی جان نہیں سکا۔ ان کو چاہیے تھا کسی آنکھ والے سے پوچھتے۔ وہ ان کو بتاتا کہ ہاتھی ہوتا کس طرح ہے۔ اس کی صورت کس طرح ہوتی ہے۔ وہ کیا کھاتا ہے، وہ کیا پیتا ہے، کس طرح کھڑا ہوتا ہے، کس طرح بیٹھتا ہے، کس طرح نیند کرتا ہے، کس طرح چلتا ہے، کون سے کام آتا ہے۔ یہ تو سب آنکھ والا ہی بتا سکتا ہے اندھے کیا جان سکتے ہیں۔ تو ہماری اس دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ یہ اندھا پن جب تک دور نہیں ہوگا ہم بھی اس امیری کی حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ ان اندھوں کی طرح ہر کوئی اپنی رائے دے رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ امیری تو عالیشان گھر بنانے میں ہے۔ جس طرح ایک نے ہاتھ پیٹ کو لگا کر کہا تھا کہ ہاتھی دیوار کی طرح ہوتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ امیری تو اچھا لباس پہننے میں ہے اور کوئی کہتا ہے کہ امیری بڑی ملازمت حاصل کرنے میں ہے اور کوئی کہتا کہ تجارت میں نفعہ کمانے میں ہے لیکن یہ سب باتیں جو ہم کر رہے

ہیں اندھوں کی باتوں کی طرح ہیں ۔ ہمیں چاہیے کہ اس شخص کے پاس جائیں جس کی دل کی آنکھیں روشن ہو چکی ہوں ۔ جس کو اللہ نے بصیرت عطا فرمائی ہو۔ جس کی نظر صرف دنیا پر نہیں ہو بلکہ دنیا کو تو وہ موجود ہی نہیں جانتا ہو۔ دنیا تو اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہو۔ وہ تو کہتا ہو کہ یہ تو قلیل اور معمولی چیز ہے۔ اس کی نظر میں اس کا وجود ہی نہیں ہو۔ اس کی نظر تو اور بہت آگے ہے۔

اصلاح

پہلی مقدم چیز تو یہی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں اور اپنے اندر عجز وانکساری پیدا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز بڑی پسند ہے۔ مبلغین میں یہ چیز ہونی چاہیے۔ صوفیاء کرام کا بھی یہی طریقہ تھا کہ ان کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی تھی اور عجز وانکساری ہوتی تھی اور اس چیز کی تعلیم قرآن پاک میں دی جارہی ہے اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ۔

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ لوگوں کو حکمت کے ساتھ۔ ایسے نہ ہو کہ تم ایسی بات کہہ دو بغیر موقع دیکھے' بغیر اس کے مزاج کو دیکھے' بغیر اس کے علم اور شعور کو دیکھتے ہوئے ایسے ہی تم اس کو کہہ دو اور نتیجہ میں وہ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ نہیں تم اس کے مزاج کو دیکھو' اس موقعہ کو دیکھو' اس کے ماحول کو دیکھو اور پھر اس انداز سے کہو کہ اگر سیدھی بات کہنے کا موقعہ نہیں ہے تو تم اشارتاً بھی اس کو کہہ سکتے ہو۔ اپنا مثال سامنے پیش کر کے تم اس کو کہہ سکتے ہو۔ حسنین کریمین کا واقعہ آپ نے پڑھا ہو گا کہ ایک بدوی آیا جو بالکل ان پڑھ تھا' جاہل تھا۔ وہ وضو کر رہا تھا مگر وضو صحیح نہیں کر رہا تھا۔ ان دونوں شہزادوں نے سوچا جنہوں نے میرے آقا کی گود میں رہ کر

تعلیم اور تربیت حاصل کی تھی۔انہوں نے کہا کہ ہم اس کو اگر سیدھا کہیں گے تو وہ بوڑھا آدمی ہے' مبادا وہ ناراض نہ ہو جائے ۔دونوں نے آپس میں مشورہ کیا۔انہوں نے بدوی کو کہا کہ ہمارا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے۔حسن رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ میرا وضو صحیح ہے' حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں وضو اچھا بناتا ہوں۔اب ہم باری باری وضو کرتے ہیں' آپ دیکھ لیں کہ کس کا وضو صحیح ہے۔بدوی کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں ان میں سے بہتر اچھے طریقے سے وضو کون بنا سکتا ہے۔انہوں نے وضو بنایا۔کلی کی' فرائض' سنت و مستحبات کا پورا خیال رکھا۔بدوی دیکھ کر حیران رہ گیا بھئی میں تو خود اپنا وضو نہیں جانتا ہوں ان کا فیصلہ کیا کروں۔اس نے کہا کہ قبلہ میں اپنا وضو پہلے صحیح کر لوں پھر میں آپ کے وضو کا فیصلہ کروں گا۔تو میرے دوستو عزیزو یہ وہ طریقے ہوتے ہیں جو تبلیغ اور تقریر میں کام آتے ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کی راہ کی طرف بلاؤ لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور اچھے وعظ کے ساتھ۔ایسے نہ ہو کہ ان کو معاذ اللہ کم وبیش بولو۔کسی کو جاہل کہو' کسی کو بے نمازی کہو' کسی کو ڈاکو کہو' کسی کو رشوت خور کہو' کسی کو برا بھلا کہنا شروع کر دو۔ایسا کہنے سے وہ نصیحت حاصل نہیں کر سکے گا البتہ لڑائی کے لیے ضرور تیار ہو جائے گا۔

اولیاء اللہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر دن رات چلتا تھا۔ ہندو بھی کھاتے تھے، غیر مسلم بھی کھاتے، مسلمان بھی کھاتے تھے۔ آپ کے ہاں جتنے مسلمان حاضر ہوتے تھے اتنے ہی ہندو بھی حاضر ہوتے تھے۔ تو موجودہ دور میں ان اولیاء اللہ کی محبت ان کا طریقہ اپنے سینے میں پیدا کرو اپنے قلب کو کشادہ کرو۔ انسانیت کے لیے کھول دو۔ سب انسانوں سے پیار کرو ان کی زندگیوں کو محفوظ بناؤ۔ ان کو آرام پہنچاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کے اوپر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ تمہاری تکلیفوں کو دور کرے تمہاری مشقتوں کو دور کرے۔ دین کبھی بھی یہ نہیں سکھاتا کہ تم کسی کا خون بہاؤ۔ کسی سے لڑو۔ کسی کو مارو۔ کسی کو پیٹو۔ دین تو یہ سکھاتا ہے محبت کے ساتھ، پیار اور امن کے ساتھ، باہمی اتفاق کے ساتھ مل جل کے رہو بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی محبت اور امن کے ساتھ رہو۔ بلکہ ان کی جان، عزت اور مال کی حفاظت کرنا یہ تو اسلام نے سکھایا تھا پہلے تو یہ طریقہ تھا کہ ایک فوج آتی تھی اور اپنے دشمنوں کو روند کر چلی جاتی تھی انکو ختم کر دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، خلفائے راشدین کے زمانے میں دیکھیں کہ جس علاقہ میں گئے وہ فتح کیا تو اس علاقہ کے لوگ جو مفتوح ہیں وہ اپنے مذہب پر عمل جاری رکھے

ہوئے ہیں۔ اگر وہ اپنی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو اپنی عبادت کر رہے ہیں۔ اپنا کاروبار چلا رہے ہیں اور ان کو مکمل تحفظ مل رہا ہے۔ اور یہی ایک مسلم مملکت کا طریقہ کار ہے۔ آج اسی چیز ہی کی ضرورت ہے اور جب کہ آج ہماری یہ حالت ہو چکی ہے کہ ایک کے ہاتھوں دوسرا قتل ہو رہا ہے اور دوسرے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ اور یہ قتل کبھی مذہب کے نام پر۔ کبھی قومیت کے نام پر۔ تو کبھی خدا کے نام پر۔ خدا کے لیے ان چیزوں سے اپنے آپ کو نکالیے، علیحدہ کیجیے۔

تو آپ پر لازم ہے اولیاء اللہ کی تعلیمات کو ضرور پڑھیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ، حضرت قلندر شہباز علیہ الرحمۃ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ، حضرت بابا بلھے شاہ۔ ان کی تعلیمات کو پڑھیں وہ ہمیں کیا سکھاتے ہیں۔ کیا وہ ہمیں درس دیتے ہیں۔ جب تک ہم دوسری عبادات کے ساتھ حقوق العباد کا خیال نہیں رکھیں گے تب تک ہمیں ولایت، اللہ کی دوستی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب اللہ کی دوستی وہ ولایت مل جاتی ہے تو غم بھی ختم ہو جاتے ہیں دکھ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ خوف بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پریشانیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

سلام

یہاں سے جانے کے بعد آپ مخلوق کے لیے پیار کرنے والے بنیں۔ یہ میرے آقا کی سنت ہے کہ اپنوں سے تو پیار کیا مگر جو دشمن تھے ان کو بھی سینے سے لگایا۔اس لیے اگر آپ کا کوئی بھی دشمن ہے آپ کے اس کے خلاف بغض دل میں قطعاً نہ رکھیں۔قطعاً نہ رکھیں بلکہ میرے آقا کی سنت پر عمل کریں۔ جو آپ کو مخالف، دشمن سمجھتا ہے وہ ملے تو اس کو سلام کرتے چلے جائیں۔ یہ سلام ایسا لفظ ہے، میرے آقا کی سنت ہے کہ اس کے سینے سے جو مخالف ہے اس کے سینے سے بغض اور کینہ بھی نکال کر باہر کر دیتا ہے۔

طلب

جب تک یہ طلب اور جستجو پیدا نہ ہوگی دعواؤں سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اگر دعواؤں سے کام بنتا تو آج آپ کو کوئی بھی شخص زمینوں میں ہل چلاتا ہوا نظر نہیں آتا یا کوئی بھی شخص دکانوں پر بیٹھا ہوا نظر نہیں آتا' اپنی فیکٹریوں اور ملوں میں آپ کو کوئی بھی آدمی نظر نہیں آتا۔ ہر شخص صرف زبان کی کمائی کھاتا' جا کے دعویٰ کرتا اور وہ چیز اس کو مل جاتی۔ تو جو دنیاوی چیزیں ہیں' عارضی اور فانی چیزیں ہیں' مختصر اور قلیل چیزیں ہیں۔ ان سب چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے اتنی سخت محنت کرنی ہوتی ہے' حالانکہ دنیا فانی اور عارضی ہے۔ جب اس کے حصول کے لیے اتنی محنت کی ضرورت ہے تو آخرت جو باقی ہے' ابدی ہے' دائمی ہے' افضل ہے' اعلیٰ ہے' بہتر ہے' برتر ہے تو کیا اس کے اندر وہ منزلیں اور مقام اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی وہ بغیر محنت کیے اور بغیر کوشش کیے ہمیں مفت میں حاصل ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کبھی بھی مشقتیں نہیں اٹھاتے۔ مگر آپ دیکھیں انسانوں کے گروہ میں جنہیں سب سے زیادہ تکالیف اور اذیتیں پہنچی ہیں' جنہوں نے مشقتیں اٹھائی ہیں اور محنتیں کی ہیں۔ وہ انبیاء علیہم السلام کا ہی گروہ ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ .وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَر

بیشک نماز بہت ہی زیادہ نفعہ پہنچانے والی ہے۔نماز ہی انسان کو گناہوں سے روکنے کا‘ برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے لیکن وہ نماز نہیں جو کہ بالعموم ہم لوگ پڑھتے ہیں۔یقیناً نماز تو نماز ہی ہوتی ہے لیکن جب انسان کے دل میں تعلق مع اللہ کی کیفیت موجود ہو‘ توجہ الی اللہ اس کو حاصل ہو‘ نسیان ماسوی اللہ اس کا حاصل ہو‘ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اس کے دل میں موجزن ہو‘ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت اس کے دل میں محسوس ہو رہی ہو تو وہ نماز انسان کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔گناہوں سے بچانے کا بھی اور نیکی‘ تقویٰ اور اخلاص کے اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا بھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَر**

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نماز بھی بڑی ہے‘ روزا بھی بڑا ہے‘ حج بھی‘ زکوٰۃ بھی‘ خیرات بھی‘ صدقات اور سخاوت بھی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کے روح کو بیان فرما رہا ہے۔ان سب عبادات کے اصل مغز کو بیان فرما رہا ہے تطابق دلاتے ہوئے کہ ذکر اللہ ان من جملہ سب چیزوں سے بڑا ہے۔بڑا کیونکر ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو رئیس المفسرین ہیں وہ فرماتے ہیں اس لیے کہ جب آپ اور ہم نماز پڑھتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔روزہ رکھتے ہیں تو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔سخاوت کا مظاہرہ ہو رہا ہو تو یہ بھی ایک ذکر ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضاجوئی کا ایک ذریعہ ہے۔اس طرح سے دیگر عبادتوں کو لیں اس میں کوئی ایسی بات ہمیں معلوم نہیں ہو پاتی کہ کیا واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ اس سخاوت کے دوران‘ اس عبادت کے دوران‘ اس نیک کام کے دوران مجھے بھی یاد کر رہا ہے اس کا تیقن نہیں ہوتا لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں کوئی بندہ مشغول ہو جائے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ قرآن مجید میں موجود ہے **فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُم**

جب تم مجھے یاد کرو گے تو میں اللہ تمہیں یاد کرونگا۔ اللہ کا وعدہ ہے تو جب ہم لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں تو یہ اس کی گارنٹی ہے' ضمانت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی آپ کو یاد کر رہا ہے۔ اب دو باتیں ہو گئیں۔ ایک بندہ کا یاد کرنا اللہ کو' یہ تو ایک معمول ہے کیونکہ بندہ تو بندگی کریگا وہ بندگی کرتے ہوئے اچھا لگتا ہے اور اس کا کام ہی بندگی کرنا ہے جیسے کوئی آقا کسی نوکر کو غلام رکھے پانچ ہزار تنخواہ یا تین ہزار تنخواہ کہ بھئی تم ککنگ (cooking) کرو ڈرائیونگ (draiving) کرو۔ تو وہ کام میں لگا ہوا ہے کیا کبھی وہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو بڑا احسان کر رہا ہوں۔ اگر کہے گا تو لوگ اس کو بے وقوف کہیں گے کہ بھئی تم اپنے مالک' جو تمہاری خدمتوں کو خرید چکا ہے' اس کی خدمت کرتے ہوئے اس پر کوئی احسان نہیں کر رہے' تمہارا یہ کام کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ تم اپنی خدمتیں بیچ چکے ہو تمہارا کام ہی یہی ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بندے کا اللہ کو یاد کرنا' عبد کا معبود کو یاد کرنا یہ معمولی بات ہے' غیر معمولی بات نہیں ہے لیکن معبود کا عبد کو یاد کرنا' اللہ کا بندے کو یاد کرنا یہ بہت ہی غیر معمولی بات ہے اگر وہ مالک اس کو کہے بھئی تم کام نہ کرو میں خود کرتا ہوں تم بیٹھ جاؤ تو یہ ایک غیر معمولی بات محسوس ہوتی ہے کہ بھئی نوکر کو اس نے بٹھا دیا ہے اور وہ خود کام کر رہا ہے۔ بلا تمثیل اس کی کوئی تمثیل نہیں ہے۔ بلا تمثیل میں عرض کر رہا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب بندے کو یاد کرتا ہے تو یہ بہت ہی بڑی بات ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ **وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَر**

کہ اللہ کا یاد کرنا بندے کو یہ بہت ہی بڑا ہے اور اس وقت یہ عظمت بندے کو ملتی ہے جب وہ اپنے رب کو یاد کرے۔ اسی لیے تو حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اپنے احبابوں کو' فقیروں کو جب اللہ عرش عظیم پر یاد کرتا ہے تو ہمیں اس فرش پر پتہ چل جاتا ہے۔ غلاموں نے عرض کیا کیسے پتا چل جاتا ہے؟ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا کیا تم نے وہ آیت نہیں

پڑھی فَـاذْكُـرُونِـىْ اَذْكُـرْكُـمْ جب تم مجھے یاد کرو گے اللہ فرماتا ہے میں تم کو یاد کروں گا۔تو جب میں یاد کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس فرش پر بیٹھ کر تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عہد نبھاتا ہے اور مجھے بھی یاد کرتا ہے۔

طریقہ دعا

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اصحاب بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خاتون آئی۔ (کتاب سے لکھنا ہے) اس نے عرض کیا کہ یا حضرتا میرا بیٹا گم ہوگیا ہے دعا فرمائیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔ دوسرے دن کے بعد پھر وہ آ گئی اس نے آ کر کہا کہ حضور میرے لیے دعا کریں میرا بیٹا نہیں مل رہا۔ پھر آپ نے دعا فرمادی۔ کئی مرتبہ اس طرح ہوتا رہا لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ وہ روتی ہوئی آئی' اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' اس کا حال بدحال تھا' کپڑے میلے کچیلے تھے' آنکھوں سے آنسوں رواں دواں تھے اور وہ اپنے بیٹے کے فراق اور حجر میں نڈھال ہوچکی تھی اور اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ وہاں پہنچی اور وہ گر گئی۔ اس کی زبان سے کچھ نہیں نکل رہا تھا سب جانتے تھے کہ یہ کیوں آ رہی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اٹھایا اور فرمایا ''خاتون تم جاؤ تمہارا بیٹا گھر میں ہے''۔ وہ چلی گئی اور دوسرے دن آئی وہ بہت اچھے ہی لباس میں خوش مطمئن اور بیٹا اس کے ہاتھ میں تھا۔ ''حضور یہ آپ کی دعا سے واپس آیا ہے''۔ دوستوں نے عرض کیا کہ حضور آپ نے دوتین دن دعا فرمائی کام نہیں بنا مگر آخری دن دعا ہی نہیں کی اور اسکا کام ہوگیا یہ کیا اسرار ہے؟۔ انہوں نے فرمایا ہم

دیکھ رہے تھے اس کی الحاء اور زاری اور اس کی تڑپ و جستجو کو۔ پہلے دن کم تھی ہم نے دعا کی۔ دوسرے دن آئی پھر بھی کم تھی لیکن جب تیسرے دن آئی اور ہم نے جب اس کی حالت دیکھی تو ہمارے دل نے گواہی دی کہ اے جنید اللہ اپنے بندے کو کبھی بھی اتنی الحاء اور زاری کے بعد اتنی التجا کے بعد اس کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ مجھے اپنے رب کی وہ آیت یاد آ گئی کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ تو اس کی الحاء اور زاری اور اسکی تڑپ اور جستجو کا صدقہ ہے کہ اسکو اسکا بیٹا مل گیا ہے۔ تو جب ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو یہ ہمارے عجز، طلب، پیاس، جستجو اور تڑپ کی کمی ہوتی ہے۔ پھر ساتھ میں یہ بھی بات ہوتی ہے کہ کس طرح وہ چیز ہم اللہ تعالیٰ سے چاہ رہے ہیں۔ کیا وہ فائدہ مند بھی ہے یا نہیں ہے۔

ظاہر بینی کا نقصان

میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کا دیدار ابو جہل بھی کرتا تھا لیکن دیکھنے سے اس کے کفر میں اضافہ ہی ہوتا تھا کیونکہ وہ اپنی ظاہری آنکھ سے دیکھتا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس نسبت سے نہیں دیکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ جن پر وحی نازل ہو رہی ہے، جن کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے عذاب جہنم سے نجات بخشی ہے۔ وہ تو محمد ﷺ بن عبداللہ کو دیکھتا تھا۔ دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی نظر مبارک تھی، جوں جوں آپ پر نظر مبارک پڑتی تھی ان کا نور بڑھ جاتا تھا، محبت اور شعور بڑھتا تھا، عشق میں اضافہ ہو جاتا تھا، اگر نہیں دیکھتے تھے تو پریشان ہو جاتے تھے۔ اس صدیقی آنکھ کی ضرورت ہے۔ اس تعلق نسبت اور رابطے کی ضرورت ہے۔ اگر قوی اور مضبوط اور مستحکم ہوگا جتنی محبت ہوگی جتنی عقیدت ہوگی اتنا ہی فیض حاصل ہوگا۔ پھر اس کا مدار سالک پر ہے، اس مرید پر ہے، اس تعلق رکھنے والے پر ہے کہ کتنی محبت رکھتا ہے۔ کتنا عشق رکھتا ہے۔ کتنی عقیدت رکھتا ہے۔ پھر جوں جوں عقیدت بڑھتی جائے گی جوں جوں محبت بڑھتی جائے گی، اسی نسبت سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، نورانیت اور فیض پہنچے گا۔

اولیاءاللہ کے پاس کس طرح حاضر ہونا چاہیے

حضرت محبوب سبحانی پیران پیر غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واذا دخلت علیّ فادخل عریانا ۔ جب تو میرے پاس آنا چاہے تو بالکل خالی ہو کر آ۔ بلکل خالی ہو کر آ۔ اپنے حسب سے، اپنے نسب سے، اپنے علم سے، اپنی دنیا سے، اپنی خواہشوں سے خالی ہو کر آ۔ جس طرح شاگرد اپنے پہلے دن اسکول جاتا ہے تو اپنی تختی کو صاف بنا کے لے کے جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے اوپر کوئی لکیر بھی نہیں ہوتی۔ استاد اس سے تختی لے کر اپنے قلم سے جو بھی نقش کرتا ہے شاگرد وہی پڑھتا ہے اور اسی کو ہی یاد کرتا ہے لیکن اگر شاگرد استاد کے پاس جانے سے پہلے اسی تختی پر سیدھی لکیر نکال دے تو استاد اس کے اوپر ناراض ہوگا اور پڑھائے گا نہیں بلکہ واپس بھیج دے گا کہ واپس جا اور اس اپنی تختی کو صاف بنا کے لے آ۔ اس پر کوئی بھی لکیر یا نشان مت بنانا۔ میں ہی اس تختی پر لکھوں گا اور تو جب اسی کو ہی پڑھے گا تب ہی کامیاب ہوگا۔ اسی طرح سے جب آدمی اللہ کے پیاروں کے محفلوں میں آئے تو اپنے دل کو مکمل صاف بنا دے اور اس میں کوئی بھی خیال نہ ہو سواء اس خیال کہ میں خطا کار ہوں، میں گنہگار ہوں اور مجھے کچھ حاصل کرنا چاہیے۔ جب ایسی توجہ، ایسے خیال سے جائے گا تبھی وہ فائدہ حاصل کر سکے گا۔

دین و دنیا

کسی کو نیک بننا ہے تو وہ سارا زور اپنے ظاہر پر لگاتا ہے بھئی متشرع بن گیا۔ لوگوں نے کہد یا کہ بھئی یہ صوفی ہے بات ختم۔ او بیوقوف' او احمق اپنے تیرے اندر کا کیا حال ہے ؟ اس کو کتنا سجایا؟ اس میں کیا خوبی پیدا ہوئی ؟ اس میں کونسا نور آیا؟ ایمان کا کچھ ذرہ تمہارے دل میں بھی آیا یا نہیں آیا؟ سارا زور ہمارا ظاہر پر ہوتا ہے یہ بڑی حماقت ہے۔ لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن اللہ کی ذات علیم بذات الصدور ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان سے وہ لوگ اچھے ہیں جو دنیا میں رہتے ہیں' دنیاداری کرتے ہیں لیکن ان کا ظاہر باطن ایک جیسا ہے۔ وہ فائدے میں ہیں۔ اور ہم سارا زور اپنے ظاہر پر لگاتے ہیں اسلئے حضرت غوث اعظم پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **ظَاهِرُکَ مُسْلِم اَمَّابَاطِنُکَ فَلَا**

تمہارا ظاہر مسلمان ہے لیکن باطن تمہارا مسلمان نہیں ہے۔ کیوں کہہ رہے ہیں؟ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ تم نے دل میں بغض اور کینے کو جگہ دی ہوئی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک بندہ ایسا بھی ہے کہ جس کے دل میں کسی کے لئے بغض نہ ہو۔ کسی کے خلاف بھی نہیں؟

میں کہونگا کہ صحیح معنیٰ میں ولی وہ ہی ہے۔ ہے ہم میں صلاحیت؟ ہے صلاحیت؟ ہے اتنی گہری نظر ؟اتنی گہری کہ دل کے اندر چلی جائے۔ دل کوئی اتنی چھوٹی چیز نہیں کہ تم گیند کی طرح اس کو یوں کر کے دیکھ لو۔ دل اتنی گہری ہے' اتنی بڑی دنیا ہے کہ اگر تم ساری زندگی دل کا سیر کرتے چلے جاؤ' کرتے چلے جاؤ' ساٹھ سال' ستر سال' اسی سال تمہاری عمر ہو جائے دل کا سیر مکمل نہیں کر سکتے۔ اتنی گہری ہے یہ دل کی دنیا۔ کس کے پاس ہے ایسی صلاحیت؟ کس کے پاس ہے وہ ذہن؟ کس کے پاس ہے وہ فراست ایمانی؟ کہ اپنی دل میں جھانک کر دیکھیں لیکن فرصت ہی نہیں۔ اوروں کو دیکھیں گے۔ بڑا بازار گرم ہے۔ جہاں بھی چلے جاؤ' بڑے بڑے مقررین واعظین کو سنو' یہی بات آپکو سنائی جائیگی۔ وہ ایسا ہے۔ یہ ایسا ہے۔ اس کی ٹانگ پکڑو۔ اسکا کان کاٹو۔ اسکو اڑادو۔ کوئی بھی اپنے آپکو نہیں دیکھتا تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تمہارا اگر یہ حال ہوگا تو عذاب تو آئیگا ہی آئیگا۔ بے شکری بھی ہوگئی۔ ایمان بھی ہم نے صرف اپنے جسم پر سجالیا جیسے کوئی لباس ایمان پہن لیا۔ بس ٹھیک ہے کوئی ایک ایسا ملبوس جو ہم نے پہن لیا اور بس ہم سب ایماندار ہو گئے۔ حالانکہ ایمان ان کی دلوں میں آیا ہی نہیں۔ ایمان کے لئے ان کے دل صحیح معناؤں میں کھلے ہی نہیں ہیں۔ وہ تالے بند ہیں۔ زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ وہ تالے توڑنا کوئی آسان بات نہیں کہ یہ تالے ٹوٹ جائیں اور اسکی کثافت زدہ دل کی دنیا کھل جائے اور پھر ان کے اندر جو بھی خرابیاں ہیں بغض ہے' کینہ ہے' جو بھی غیر اللہ کی محبتیں ہیں' ان سب کو پاک صاف بنانا یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ دوستو! اگر معزز بننا چاہتے ہو اللہ کی نظر میں تو پھر تمہیں یہ کام کرنا پڑے گا۔ ورنہ آج جو یہ صورتحال جو تمہارے اوپر ہے' جو تکالیف' مشقتیں' پریشانیاں تمہیں نظر آرہی ہیں اس لئے ہیں کہ ہم نے دین کی حقیقت کو بھی نہیں سمجھا اور دنیا کی حقیقت کو بھی نہیں سمجھا۔ مل کر بیٹھو۔ سب کو دعوت دی جارہی ہے۔ غور کرو۔ دنیا کیا ہے اور دین کیا ہے؟ اور ان

میں فرق کہاں پیدا ہوتا ہے؟ ایسا تو نہیں ہے ہم جس کو دین سمجھ رہے ہیں وہ دنیا ہے اور جس کو دنیا سمجھ رہے ہیں وہ دین ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔

دل کی بستی

ہم یہاں اپنے دل کی بستی آباد کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ذوق دلانے کے لیے دوستوں کو بلاتے ہیں کہ اللہ کا ذوق ہمیں ملے۔ یہ جو ہم وسائل صرف کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ذوق ہمیں ملے۔ جب تک یہ ذوق نہیں ملے گا تو بارش کیسے برسے گی؟ اس طرح سے کیسے یہ ہمارے ویراں دل آباد ہونگے؟ کس طرح یہ بنجر زمین یہ جو دل، یہ جو گھر یہ کس طرح آباد ہوگا؟

دل گلستان تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

آج واقعی بیابانی ہے۔ میں اپنے دل کی بات کرتا ہوں آپ کو اپنے دل کا پتا ہوگا کہ کس حال میں ہے آپ کا دل۔ کوئی ایک زخم تو نہیں ہے میرے اس دل پر جس پر مرہم رکھا جائے۔ یہ غیر اللہ کے تعلقات اور دوسری محبتوں اور ان کے ساتھ وابستگیوں میں اس دل کا ایک روئیں روئیں، وہ پورے کا پورا زخمی ہو چکا ہے۔ کیا حال ہوگا اس دل کا میرے دوستو؟ آج آپ دیکھ رہے ہیں یہ پنڈال، یہ بھی کوئی مذاق نہیں ہے کہ اس کو اس طرح بنانا۔ کتنے لوگوں نے اپنا ٹائم

اور وقت صرف کیا ہوگا؟ کس طرح انہوں نے انتظامات کیے ہوں گے اور کس طرح انہوں نے پلاننگ کی ہوگی؟ مہینوں اس پر سوچا ہوگا کہ اس پر یہ بھی ہونا چاہیے وہ بھی ہونا چاہیے تب یہ اس صورت میں آپ کے سامنے بنا۔ انتظامات کتنے بھی کیے گئے وہ ناکافی تھے۔ نامکمل تھے۔ تو جب اتنے معمولی سے پنڈال کو اس پنڈال کو چھوڑیے ایک بستی، ایک شہر ایک گاؤں، ایک دیہات کو آباد کرنے کے لیے کتنا زمانہ درکار ہوتا ہے؟ کتنا ٹائم درکار ہوتا ہے؟ بستیاں بسنے میں بڑی دیر لگاتی ہیں۔ ایسے ہی بستیاں آباد نہیں ہو جاتیں۔ سندھی میں کہتے ہیں کہ صرف باتیں کرنے سے گاؤں نہیں بن جاتے۔ تو یہ دنیا، یہ بستیاں جب آباد ہوتی ہیں اور اتنا ٹائم لیتی ہیں کیا یہ دل کی بستی ایک منٹ میں آباد ہو جائے گی؟ اس کو ہم سمجھ رہے ہیں یہ کوئی بچوں کا کھیل ہے؟ وہ دل جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے "میرا گھر ہے"۔ آپ اپنے گھر کی کس طرح صفائی کرتے ہو، کس طرح اس کو اچھا بناتے ہو، کس طرح اس کو سنوارتے ہو، کس طرح اس کو سجاتے ہو، کس طرح اس کو خوبصورت بناتے ہو اور پھر بھی تسلی نہیں ہوتی کہ نہیں میرا گھر ٹھیک نہیں ہے۔ اس میں اور بھی حسن آنا چاہیے۔ اس میں اور بھی خوبصورتی ہو۔ اس میں اور بھی چیزیں آنی چاہییں۔ تو وہ چیزیں نکال کر باہر پھینکی جاتی ہیں پھر نئی چیزیں۔ پھر بھی تسلی نہیں ہوتی۔ بھئی دنیا کے گھر کو آباد اور خوبصورت بنانے کے لیے اتنی جدوجہد اور اللہ کے گھر کو بنانے کے لیے، ہم کیا کر رہے ہیں؟

معاملات عشق

بڑی کتابیں، بڑے الفاظ، بڑے دلائل، ہم سن چکے اور پڑھ چکے۔ سینہ نہیں کھلا۔ سینہ بند رہا۔ عشق کے معاملات حل نہیں ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ وہی ہماری مشکلاتیں، وہی ہمارے مصائب، وہی ہمارے آلام صرف اس لیے کہ ہم نے دنیا کو اپنا مقصد بنالیا ہے اور اسی کے حصول میں لگے ہوئے ہو۔ جو اصل محبوب ہے وہ تو تمہارے آنکھ سے اوجھل ہو چکا۔ شاہ صاحب کا بیت مجھے بہت پسند آیا تھا میں نے یاد کیا تھا لیکن میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ تو اس کی معنیٰ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ پڑھ پڑھ کر، پڑھ پڑھ کر وہ خود کتاب بن گئے۔ انسانیت ان میں رہی ہی نہیں۔ اللہ نے تو ان کو انسان بنایا تھا۔ جس میں ایک دکھ اور درد کو محسوس کرنے والا دل رکھا تھا۔ محبت کرنے والا قلب رکھا تھا۔ جو ڈرتا بھی تھا۔ جو اللہ سے امید بھی رکھتا تھا۔ جو لوگوں کا درد بھی محسوس کرتا تھا۔ جو لوگوں سے پیار بھی کرتا تھا وہ ختم ہو گیا۔ جیسے جیسے پڑھتے چلے جاتے ہیں دل میں کڑھتے نہیں ہیں، اپنے محبوب کی محبت میں نہیں کڑھتے۔ اس علم کو حاصل کرنے کے بعد افسوس نہیں کرتے، ندامت نہیں کرتے۔ ہم نے عمل کچھ بھی نہیں کیا اور پڑھنا چاہتے ہیں اور پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو جوں جوں صرف پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں اتنے گناہ ان پر اور لگائے جاتے ہیں، لگائے جاتے ہیں۔

حقوق

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

جو کچھ بھی زمین میں تخلیق کیا گیا ہے تیرے لیے۔ انسان تیرے لیے ہے۔ تو میرے آقا نے فرمایا یہ نعمتیں تیرے لیے ہیں لیکن یہ نہیں کہ نعمت کو پاؤ اپنا پیٹ بھرو پھر اس کو یوں پھینک دو۔ پھر اس کی ناقدری شروع کردو۔ حضور نے فرمایا نہیں اس پانی کا بھی تیرے اوپر حق ہے۔ میں عرض کروں گا کہ آنحضرت ﷺ نے ماں باپ کے بھی حق بتائے ہیں، بچوں کے بھی حقوق بتائے ہیں، پڑوسیوں کے بھی حقوق بتائے ہیں اور بڑے تفصیل سے۔ پڑھ کر دیکھو۔ عبادات تو بہت پڑھی ہونگی آپ نے کبھی یہ چیزیں بھی پڑھ کر دیکھو۔ حضور نے پڑوسیوں کے حقوق بتائے ہیں، یتیموں کے حقوق بھی بتائے ہیں، بیواؤں کے حقوق بھی بتائے ہیں بلکہ خود عمل کر کے دکھایا ہے۔ جو محبت، جو شفقت، جو رفعت، جو رحمت آپ ﷺ کے سینے میں اللہ کی جمیع مخلوق کے لیے تھی اس کا مثال ہمیں نہیں ملتا۔ تاریخ کو کھنگال کے دیکھ لیں نہیں ملے گی بلکہ آپ ﷺ نے ان سب کے ساتھ انسانیت کے حقوق بھی بتائے ہیں کہ اگر چہ وہ غیر مسلم ہوں بلکہ وہ چیزیں جن کا ہم اپنے اوپر کوئی حق نہیں سمجھتے جیسے کہ پانی۔ اس کا بھی ہمیں حق بتایا ہے۔ اس کا بھی تیرے اوپر حق

ہے۔کبھی سوچا ہوگا ہم نے جو روٹی لے رہے ہیں اس کا بھی ہم پر حق ہے۔ جو پانی لے رہے ہیں اس کا بھی حق ہے، ہم پر۔ جانوروں کے بھی حقوق ہمیں حضور نے بتائے ہیں۔ ایک سفر کے موقع پر کچھ صحابہ میرے آقا کے ساتھ ہیں وہ سفر کے دوران ایک منزل پر پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ صحابہ رہائش کی جگہوں کو تیار کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ کچھ صحابہ کھانے پینے کے بندوبست میں شامل ہو جاتے ہیں وہ چولھا جلاتے ہیں۔ آپ ﷺ جب وہاں پہنچتے ہیں تو آپ ﷺ کو نظر آتا ہے کہ چیونٹیوں کا ایک بل ہے جہاں سے وہ اندر جا رہی ہیں اور باہر نکل رہی ہیں اور اس آگ کے چولھے کے قریب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فوراً آگ بجھاؤ' آگ بجھاؤ' آگ بجھاؤ۔ تین مرتبہ فرمایا۔ صحابی حیران رہ گیا۔ ''حضور کیوں کیا غلطی ہوئی ؟'' آپ ﷺ فرمایا ''یہاں چیونٹیوں کا بل ہے۔ ان کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ ان میں سے کوئی جل نہ جائے' کسی کو تکلیف نہ آئے۔ یہاں سے اٹھو کہیں اور آگ جا کے جلاؤ''۔ تو یہ میرے آقا کی محبت تھی جانوروں کے ساتھ۔

سرکار

خیر پور میرس میں میروں کی ریاست تھی۔ کلہوڑوں سے انھوں نے حکومت چھینی تھی۔ پہلے یہ میران کلہوڑوں کے سپہ سالار تھے لیکن انھوں نے کلہوڑوں سے جنگ کی اور میروں کی فتح ہوگئی کلہوڑوں کو شکست ہوگئی اور وہ حکومت کے صاحب بن گئے۔ تو کہتے ہیں کہ ایک بلوچ ان کی خدمت میں جا کر رہا۔ اسکو اور کوئی کام نہیں ملا میروں کو کتے پالنے کا شوق تھا وہ کتوں کی خدمت کرتا تھا۔ ان کو نہلاتا دھلاتا صابن لگاتا تھا' ان کو کھانا کھلاتا تھا۔ تو اس بلوچ کو میر صاحب اس کو مذاق میں سرکار سرکار کہتا تھا۔ وہ بیچارہ ان پڑھ جاہل آدمی جس طرح ہم ہیں۔ پیر نے ہمیں یہاں بٹھالیا ہے۔ ہمارے شیخ نے یہاں پر بٹھا دیا ہے۔ کوئی صلاحیت نہیں' کوئی عقل نہیں' کوئی فہم نہیں اور لوگ ہمیں سائیں سائیں کہتے ہیں اور ہمارے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں ہم بڑے پیر ہیں۔ اس طرح ہم اپنے آپ کو خود پستیوں میں گراتے ہیں۔ **ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ** خدا تعالیٰ فرماتے ہیں اسطرح ہم ان کو پستیوں میں گرا دیتے ہیں۔ اسی لیے ہمیشہ اپنی حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے۔ کبھی بھی تصور میں نہیں آنا چاہیے کہ میں تو بڑا بن چکا ہوں۔ نہیں اپنی اصلیت کو دیکھو بلکہ اس بھی آگے دیکھو کہ اللہ نے مجھے تخلیق کس چیز سے کیا ہے۔ پیشاب

کے دو قطروں سے ۔ اور وہ قطرے ایسے ہیں کہ اگر وہ قطرے جسم کو لگیں تو جسم ناپاک' کپڑے ناپاک ۔ ان دو قطروں سے اللہ نے تجھے تخلیق کیا ہے اور حسین صورت عطا فرمائی ہے ۔ تو یہ اس کی قدرت کا کمال ہے ۔ اس کا شاہکار ہے ۔ تو وہ سرکار سرکار کہا جانے لگا ۔ تو وہ سرکار لفظ میں مدہوش ہو جاتا تھا کہ میں واقعی سرکار ہوں ۔ میر صاحب مجھے سرکار کہہ رہے ہیں' میں سرکار ہوں کیونکہ جو ریاست کے والی ہیں ۔ کمشنر، کلکٹر جس کے سلامی) ہیں وہ مجھے سرکار کہہ رہا ہے اب میں تو میر سے بھی کچھ اوپر چیز ہوں ۔ کام کرتا تھا کتوں کی خدمت اور کہا جاتا تھا اس کو سرکار اور وہ سمجھتا تھا کہ میں میر سے بھی کوئی اور چیز ہوں ۔ جب واپس جانے لگا اپنے گاؤں ۔ تو اس خیال میں جا رہا تھا کہ گاؤں والوں کو بتاؤں گا کہ میں سرکار ہوں ۔ میں کوئی ایسی ویسی چیز نہیں ہوں' میں سرکار ہوں ۔ جب اپنے گھر کے نزدیک پہنچا' یہ بڑی عمر کا تھا تو اس کے پوتے پوتیاں سارے اس کے پاس بھاگ کر آ پہنچے ۔ کوئی آگے کوئی پیچھے' کوئی اسے دادا کہہ کر بلائے' کوئی اسے نانا کہہ کر بلائے' کوئی اسے چاچا کہہ کر بلائے ۔ اس نے سب کو دھکا دیکر دور کیا ۔ اس کے اندر سرکار کا بڑا گھمنڈ تھا ۔ کہا کہ دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ ۔ سرکار کسی کا ابا نہیں ۔ میں سرکار ہوں ۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں انسان نہیں کوئی اور چیز ہوں ۔ تو میرے دوستو ہم جو بھی ہیں خوامخواہ اپنے آپ کو سرکار نہ سمجھیں ۔

خدا کی بندوں سے محبت

مجھے یاد ہے میں بالکل چھوٹا تھا تو ہم نے ایک مرغی رکھی۔ اس کو ہم نے شوق سے انڈوں پر بٹھایا۔ جب اس کے چوزے نکل آئے تو اس مرغی کی بچوں سے محبت' بچوں کی مرغی سے محبت یہ مجھے اتنا پیارا رشتہ لگتا تھا اتنا پیارا کہ آج تک میں دیکھتا ہوں تو میں کھو جاتا ہوں۔ کیا ان جانوروں میں پیار اور محبت ہے۔ انسان تو بھیڑیا بن چکا ہے۔ کیا نہیں ہو رہا ہے ہمارے معاشرے میں۔ تو میں گھنٹوں بیٹھ کر ان کو دیکھتا تھا خصوصاً وہ شام کا ٹائم' اندھیرا پھیلنے کا وقت' سردی کا موسم' ٹھنڈی ہوائیں' چھوٹے چھوٹے بچے اپنے ماؤں کو یاد آتے ہیں۔ اس بے زبان مرغی کو اپنے چھوٹے چھوٹے چوزے یاد آتے ہیں۔ وہ اپنے پروں کو یوں پھیلا دیتی ہے وہ اس کے پروں میں گھس جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا نظارہ ہوتا ہے۔ کس نے اس کے دل میں یہ محبت ڈالی؟ کوئی کتاب پڑھا ہے انہوں نے؟ کہاں سے پیار سیکھا ہے؟ واللہ میرے آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں جب یہ نظارا میں دیکھتا ہوں۔ جب ہمیں اللہ نے نصیب کیا کہ خانہ کعبہ میں پہنچے۔ دوست میرے ساتھ تھے۔ جو میرے ہم سفر تھے وہ موجود ہیں۔ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم رکن یمانی کی طرف سے مطاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رمضان شریف کے دن

تھے ۔گرمی کا موسم نہیں تھا۔ خانہ کعبہ کا سایہ سورج غروب ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ آگے ڈھل رہا تھا۔تو ایسا انعام اور احسان ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے بڑھتے' وہ سایہ ہمارے اوپر بھی آ گیا۔تو میرے ساتھ جو دوست بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا یہ رحمت الٰہی ہے۔ دیکھو جس طرح وہ مرغیاں اپنے چھوٹے چھوٹے چوزوں کو اپنے پروں میں میں چھپالیتی ہیں۔اللہ کی رحمت نے آج ہمیں اپنے پروں میں چھپالیا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں ہم ۔ مجھے وہی تحفظ محسوس ہورہا تھا جوایک چھوٹا چوزہ' ایک بے زبان' بے سمجھ مرغی کے پروں میں محسوس کرتا ہے' اس میں چھپ جاتا ہے۔تو میں وہی تحفظ وہاں محسوس کررہا تھا۔ وہ رحمت الٰہی کی کرنیں وہ احساس دل میں آرہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ایک عجیب سرور مل رہا تھا۔تو وہ محبت اللہ تعالیٰ کی جو بندوں کے ساتھ ہے جب میں مرغی کو دیکھتا ہوں تو اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔اے میرے مولا ہم بھی گنہگار ہیں' ہم بھی نفس اور شیطان کے مارے ہوئے ہیں' ہم نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے' اپنے پیروں پر ہم نے خود کلہاڑی ماری ہے' تیرے حدود کو توڑا ہے' تیرے حقوق کا خیال نہیں کیا' بندوں کے حقوق کا خیال نہیں کیا لیکن یارب العالمین کیا اس طرح ہمارے لیے بھی ہوسکتا ہے جس طرح شام کو وہ مرغی اپنے چوزوں کو چھپالیتی ہے۔ تیری رحمت تو بہت بڑی ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم

توں کہ با دشمناں نظر داری

تو تو اپنے دشمنوں کو بھی رحمت میں ڈال دیتا ہے۔

تربیت کا طریقہ

آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک بدوی مسجد میں داخل ہوتا ہے اور وہ بے خبر آدمی، لاعلم آدمی کسی مسجد کے کونے میں اس نے پیشاب کر دیا۔ صحابہ فوراً اٹھتے ہیں کہ اس کو بھگائیں۔ اس کو اٹھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں پیشاب کرنے کے دوران فوراً کسی کو اٹھانے سے اس کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ مثانے کی، پیشاب کی خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو اس لیے نہ اٹھاؤ اس کو پیشاب کرنے دو۔ اس نے پیشاب کیا پھر وہ قطرے گراتے ہوئے آقا ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ بڑے تکریم و تعظیم کے ساتھ اس سے ملے۔ اس سے خیر و برکت دریافت کی اور پھر محبت کی باتیں بتائیں اور پھر آخر میں کہا ''بھائی شاید تمہیں معلوم نہیں ہے یہ جو چار دیواری ہم نے بنائی ہوئی ہے۔ یہ ہماری مسجد ہے۔ یہاں ہم اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور اس نے حکم دیا ہے کہ اس کو پاک رکھو۔ یہاں پیشاب نہیں کیا جاتا''۔ اس نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ میں بے خبر تھا۔ خدا کے لیے مجھے معافی عطا فرمائیں۔ آئندہ ایسی بات نہیں ہوگی''۔ صحابہ کو آپ ﷺ نے فرمایا اس جگہ کو جہاں بدوی نے پیشاب کر دیا تھا وہاں پانی سے اس کو دھو دو۔ تو یہ آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کی تعلیم و تربیت تھی جس سے وہ

انسان جو شعور اور علم سے نابلد تھے بلکہ وہ دیہاتی زندگی بسر کرنے والے وہ بھی وقت کے امام بن گئے۔ مبلغ بن گئے۔ ان کے اخلاق اور کردار اور عمل کو دیکھ کر بھی لوگ ہدایت پکڑتے تھے۔ تو یہ آپ سب کا فرض بنتا ہے کہ یہ باتیں آپ سنیں۔ اپنے اندر یہ حوصلہ پیدا کریں، یہ ہمت پیدا کریں، محبت پیدا کریں، اخلاص پیدا کریں اور پھر اس پیغام کو عام کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

دنیا کا استعمال

دنیا کا استعمال ہمیں سیکھنا ہے کہ کس طرح استعمال کی جائے ۔اس کے مصارف ہمیں سمجھنے چاہییں تا کہ ہم صحیح معنیٰ میں اس دنیا کے ثمرات وفوائد سے بہرمند ہوسکیں۔ ہمارے آقا و مولا آنحضرت ﷺ کی اتنی کھلی طبع مبارک تھی کہ کوئی تکلف نہیں۔ اگر آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی سبزی پیش کی جاتی تو بھی آپ ﷺ بلا تکلف اس کو نوش فرما دیتے۔ اگر مرغی کا گوشت پیش کر دیا جاتا تو سبحان اللہ کہہ کر وہ بھی استعمال فرما دیتے۔ شہد پیش کیا جاتا بسم اللہ کر کے استعمال کر دیتے۔ خشک زاہدوں کی طرح نہیں جیسے آج کل ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں ''بھئی میں نے تو فلاں چیز چھوڑ دی'' بھئی یہ کیوں چھوڑ دیا؟ جو تمہیں پسند ہو وہ صحیح ہے جو تمہارے نفس کو پسند نہیں ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ یہ میرے آقا و مولا آنحضرت ﷺ کا طریقہ نہیں تھا۔ صحابہ کو جو آپ نے تربیت دی، ان کی ذہن سازی فرمائی، ان کی کردار سازی فرمائی اور یہی فرمایا کہ دنیا کے تم اندر رہو۔ دنیا سے باہر نہیں رہنا اور یہی ہمارے مشائخ ہمیں سکھاتے ہیں اور طریقہ والے ان کے طریقے بہت پیارے ہیں۔ ہمارے پاس ان کی عزت ہے۔ بلاشک وہ اپنے طریقہ سے اپنے احباب کی تربیت کریں لیکن یہ عاجز عرض کرتا ہے صوفی

وہی ہے جو دنیا کے اندر رہے۔ دنیا سے باہر رہنے کی بات نہیں کی جارہی۔ دنیا والوں کے ساتھ رہیں۔ اپنے آپکو بھی ان میں سے ایک سمجھیں۔ وہ آدمی سب سے بہترین ہے جو سب لوگوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ ان کے ساتھ اٹھتا ہے۔ ان کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ یہ زندگی ایسی زندگی ہے جو میرے آقا و مولا آنحضرت ﷺ کو بہت پیاری تھی۔ یہی آپکا معمول تھا۔ ہم نے پتا نہیں دین میں کیا شامل کردیا ہے۔ میں نے پہلے ہی بات کی تھی کہ آخرت میں بڑی مار پڑے گی۔ جو کچھ ہم کررہے ہیں ہم اسکو دین کہتے ہیں لیکن دین کی حقیقت کیا ہے؟ بڑے بڑے عالموں سے پوچھو گے وہ بھی اپنے مسلک کی بات کرینگے اور بس۔ لیکن دین کی حقیقت کیا ہے؟ دین ہے کیا چیز؟ جیسا کہ ہمارے سندھ کے عظیم شاعر حضرت بھٹائی صاحب کا شعر جو دوست پڑھتے ہیں۔

دین نبي، کريم جوتيو نماٹو نروار

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا جو دین ہے وہ بیچارہ ہوگیا ہے۔ کس نے بیچارہ بنایا ہے؟ جو دین کے داعی ہیں۔ جو کہ دین کا نام لیتے ہیں۔ جو دین کے رہنما و رہبر بنے پھرتے ہیں۔ انہوں نے ہی اس کو بیچارہ بنادیا۔ سوچنا چاہیے میرے آقا ﷺ نے کیا دین ہمارے سامنے پیش کیا تھا اور ہم نے اس کا حلیہ کیا بنادیا ہے۔

تعلق باللہ

شاہ عبداللطیف بھٹائی صاحب فرماتے ہیں:

مون سارينديِن سپرين اچين جي هيڪار

پيرين ڏرڙيان پنبڙيون هند وڇايان وار

اے میرے پیارے میرے یاد کرتے ہوئے اگر کبھی تو آجائے تو میں اپنی آنکھوں کی پلکیں تیرے قدموں کے تلے بچھادوں۔

ساجن سپ چمار هوند گولو ٿي ته گذاريان

اے میرے پیارے جو تم آئے ہو یہاں۔ اے میرے دوست جو تم اپنے گھر کو چھوڑ کر یہاں آئے ہو۔ واللہ آپ کا آنا اتنی بڑی چیز ہے' اتنی بڑی خوشی ہے' اتنا بڑا اعزاز ہے مجھ گنہگار کے لیے کہ اگر میں کمر بستہ ہو کر پوری زندگی ایک گولے غلام کی مانند آپ کا پانی بھرتا رہوں تو اس سے بڑھ کر میرے لیے کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ کیسا پیارا تعلق ہے یہ جس کی بنیاد کسی مفاد پر نہیں ہے۔ کسی طمع اور لالچ پر نہیں ہے۔ کسی مطلب اور مقصد پر نہیں ہے صرف اس بات پر ہے کہ اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ میرے نام کو یاد کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔

میرے آقا ومولیٰ آنحضرت ﷺ اس چیز کو پسند کرتے ہیں کہ میرے امتی میری محبت میں' میرے عشق میں ایک جگہ جمع ہو جائیں اور کچھ بھی نہ کریں' کچھ بھی نہ کریں صرف اللہ کا نام لیں۔

انسانیت کی معراج

ہمارے دل میں یہ کشادگی کس طرح پیدا ہوگی، وہ تحمل و بردباری کسی طرح پیدا ہوگی، وہ تحمل و بردباری اسی وقت پیدا ہوگی، جب ہماری نظر لوگوں سے ہٹ جائے گی، بازاروں سے ہٹ جائے گی، زمین سے ہٹ جائے گی، دکانوں سے ہٹ جائیگی، قلعوں سے ہٹ جائے گی۔ اس نظر کا صرف ایک مرکز ہے وہ وہ اللہ جلشانہ کی ذات۔ پس جب ہماری نظر مخلوق پر ہے تو پھر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جو بھی اچھا کام کرتے ہیں جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ مخلوق کی واہ واہ کی خاطر کرتے ہیں، ان کو دکھانے کے لیے کرتے ہیں لیکن جب ان سے نظر ہٹ جائے گی، تو پھر اسے کوئی بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ کروڑوں کے درمیان بیٹھا ہے یا اکیلا کمرے میں بیٹھا ہے۔ اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی اس کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی۔ لاکھوں لوگوں کے بیچ میں ہوتے ہوئے بھی وہ جتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اس سے زیادہ تنہائی میں خدا سے ڈرے گا۔ لوگ اسے برا بھلا کہیں گے مگر اسے پرواہ نہیں ہوگی۔ لوگ اسے پریشان کریں گے اسے پرواہ نہ ہوگی۔ لوگ اسے تکلیف دیں گے اسے پرواہ نہ ہوگی۔ اسے پرواہ صرف ایک ہی ہوگی کہ مجھ سے میرا حقیقی یار نہ روٹھ جائے۔ اس کی ناراضگی کو وہ کبھی بھی قبول نہیں کرے

گا۔اس لیے میرے دوستو! حوصلہ اور ہمت کرو، اپنے اندر حوصلہ پیدا کرو، قدم آگے بڑھاؤ تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ دن جو ہمارے گذر رہے ہیں، یہ دن گذرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے اور خدا تعالیٰ کے درمیان جو بھی مفاصلے ہیں، جو بھی رکاوٹیں ہیں، جو چیزیں حائل ہیں وہ کم ہوتی جائیں گی۔دن بدن خدا تعالیٰ کا وصال وقرب زیادہ ہوتا جائے گا۔پھر اسی قدر قلب کشادہ ہوگا، اتنا ہی زیادہ نفس پاک ہوگا، اتنی ہی آپ کی نیتیں صاف ہوں گی، اتنا ہی آپ کا قلب سلیم ہوگا اتنا ہی آپ کا دماغ خوبصورت ہو جائے گا، آپ کے کام بھی اچھے ہو جائے گے، آپ کے دل میں سکون پیدا ہو جائے گا، سرور اور اطمینان پیدا ہو جائے گا، لذت پیدا ہو جائے گی۔آپ کو دنیا کی جو مصیبتیں اور پریشانیاں نظر آتی ہیں وہ آپ کو اس طرح نظر نہیں آئیں گی بلکہ ان کے پیچھے ایک ذات کا ارادہ ومشیت نظر آئے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ان غموں اور پریشانیوں میں آپ کو لطف وسکون، سرور اور اطمینان محسوس ہوگا، کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور پھر میں عرض کر رہا تھا کہ دل کشادہ ہو جائے گا۔دل کشادہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم شیر کا دل لگالیں۔جیسے کہ ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ بھائی فلاں کے دل میں گیدڑ ہے۔گیدڑ کا مطلب یہ نہیں کہ گیدڑ دل میں چھپ کر بیٹھ گیا ہو یا وہ چیخ رہا ہو۔گیدڑ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔جب ہم اپنے ارادے اور عزم کو پختہ کرلیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مردہ دل کشادہ ہو جائے گا۔قلب کی کشادگی کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر مشکل کے وقت بہادری کے ساتھ مقابلہ کرلے گا۔اس میں قوت ارادی پیدا ہوگی۔استحکام اور استقامت پیدا ہوگی۔

اس لیے میرے دوستو! دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو، بدر کے مقام کو دیکھو، احد کے مقام کو دیکھو، سینکڑوں غزوات اور معرکے ہوئے جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کم تھے، نہایت قلیل، مگر اکثر پر حاوی ہو گئے۔فتح مند ہو گئے۔یہ کیا تھا؟ یہ

ان کی بہادری تھی۔ اللہ تعالیٰ پر ان کی نظر تھی۔ اس کی مدد اور نصرت پر یقین تھا۔ انسانیت کا معراج اسی طرح حاصل ہوتا ہے۔

صبر

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ۔اے میرے پروردگار میرے صبر میں زیادتی فرما۔اللہ دعا میں صبر سکھاتا ہے کہ مجھ سے مانگو کس طرح۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی سکھا سکتا تھا کہ تم یہ کہو، مجھ سے مانگو کہ تکلیف میں کمی فرما۔اللہ فرماتا ہے کہ تم یہ کہو کہ یارب العالمین میرے صبر میں اضافہ فرما۔سوچنے کی بات ہے کہ جو کچھ بھی دوست کی طرف سے تیرے ساتھ ہو رہا ہے۔ جو کچھ بھی۔تم ظلم وستم سمجھ رہے ہو، جس کو پریشانی اور مصیبت سمجھ رہے ہو۔اللہ فرماتا ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ یہ میرا صبر بڑھ جائے یعنی کہ جو تکلیف اور مشقت تمہیں مل رہی ہے اللہ فرماتا ہے اس میں تیری بھلائی سمجھتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ دعائیں کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر یارب العالمین میرے گناہ بخش فرما۔ مجھے اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرما۔میرا فلاں کام ہو جائے۔ تو انکی دعاؤں کو مہینے گذر جاتے ہیں۔دعا قبول نہیں ہوتی۔وہ دعائیں فرشتے بھی لے جاتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں جس طرح فرشتے نماز لے جاتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں۔ کچھ لوگوں کی تو نمازوں کو زمین پر ہی چھوڑ دیتے ہیں وہ قبولیت سے اس لیے محروم ہو جاتی ہیں کہ ان میں وہ مزہ عبدیت نہیں ہوتا۔احساس تعبدیت ان میں نہیں ہوتا۔ان کے سر جھکتے ہیں

دل ان کے نہیں جھکتے۔تو وہ نمازیں اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتیں۔اس لیے شاعر فرماتا ہے۔

تو بمسجد می روی بہر سجود

سر بجنبد دل نہ جنبد ایں چہ سود

مسجد میں جانے والے سنبھال کر سجدہ کرنا ایسے نہ ہو کہ تمہارا سر تو جھکے لیکن تمہارا دل نہ جھکے تو ایسی عبادت کا کیا فائدہ۔تو وہ نمازیں جن میں تعبدیت اخلاص اور انکساری، عاجزی، محبت اور نور معرفت نہیں ہوتا وہ نمازیں بھی اللہ کی بارگاہ میں نہیں پہنچائی جاتیں۔تو وہ دعائیں بھی فرشتے لے جاتے ہیں۔اللہ ان کو ایسی ہی شرف قبولیت عطا فرماتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں یارب العالمین یہ تیرا بندہ اتنے مہینوں سے دعا میں لگا ہوا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہو رہی ہے۔ یارب العالمین اس پر عنایت ہو جائے۔اس کی دعا قبول کر لی جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو یہ بندہ جسطرح گڑگڑا کر دعا کر رہا ہے۔جس طرح التجائیں کر رہا ہے، جس طرح عاجزی سے کر رہا ہے، محبت کا اظہار کر رہا ہے یہ انداز مجھے بڑا پیار لگتا ہے۔اس لیے اگر میں نے اسکی دعا قبول کی، اسکا کام ہو جائے گا تو یہ گڑگڑانا چھوڑ دے گا۔رونا چھوڑ دے گا۔اس طرح التجائیں کرنا چھوڑ دے گا۔یہ جو اس کی ادا ہے مجھے پیاری لگتی ہے۔اس لیے میں اس کا کام جلدی نہیں کر رہا ہوں تا کہ یہ اسی طرح میرے در پر بیٹھا رہے۔دوستو بتاؤ اگر یار کے در پر ہم پڑے رہیں اور وہ گڑگڑانا رونا اس کو پسند آ جائے تو اور ہمیں کیا چاہیے۔

نفرت سے پرہیز

اللہ العالمین میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کے عشق سے، مرشد کامل کی نسبت ہمارے دل اس طرح لبریز کر دے کہ کسی اور کے لیے اپنے دل میں دشمنی یہ نہ رکھ سکیں۔ گنجائش ہی نہ ہو۔ کسی اور کے لیے نفرت کی گنجائش انکے دل میں نہ رہے۔ یہ بھول جائیں کہ نفرت کس چیز کا نام ہے۔ یہ پیار کریں اپنے ماں باپ سے۔ یہ کریں محبت کریں اپنے گھر والوں سے۔ یہ پیار کریں اپنے پڑوسیوں سے۔ یہ پیار کریں اپنے گاؤں والوں سے۔ یہ پیار کریں ان سے جو ان سے پیار کرتے ہیں اور جو ان سے پیار نہیں کرتے یہ ان سے بھی پیار کریں۔ یہ پیار کریں ان سے جو دشمنی کرتے ہیں ان سے۔ اور جن کی دلوں میں دشمنیاں ہیں ان کے دلوں سے یہ دشمنی کا خیال بھی نکال دیں۔ اے میرے رب العالمین یہ تیری حسین و جمیل زمین، یہ تیرا پیاری کرہ ارض، جس کو تو نے تخلیق کیا ہے انسانوں کے لیے۔ جس کو تو نے تخلیق کیا ہمارے آرام کے لیے۔ جسے تخلیق کیا ہے تو نے انسانوں کے پیار اور محبت میں۔ اس کو جنت بنا دے۔ اس کو جنت بنا دے۔ ایسی جنت جس میں رہنے والے سب ایک دوسرے سے پیار کریں۔ ایک دوسرے سے شفقت کریں۔ بغیر کسی امتیاز کے کہ یہ اس قبیلے کا ہے یہ اس قبیلے کا

ہے۔بغیر اس امتیاز کے یہ امیر ہے یہ غریب ہے۔ یہ شاہ ہے یہ گدا ہے۔ یہ کالا ہے یہ گورا ہے۔ یہ سب لوگ آپس میں محبت کریں۔ یارب العالمین ہمارے دلوں سے کینہ اٹھا دے۔ بغض نکال دے۔ نفرت نکال دے۔ یارب العالمین ہمیں اپنی پہچان دے۔ ان پیاروں کی پہچان دے یہاں جو بیٹھے ہوئے ہیں۔ان کی پہچان دے جو شہروں میں پھر رہے ہیں۔ان کی بھی ہمیں محبت دے۔ ان سے بھی ہمیں پیار عطا کر جو بازاروں میں ہیں جو یہاں نہیں آ سکے۔ انکے ساتھ بھی ہمارا محبت اور پیار کا رشتہ قائم کر دے۔تو دلوں کو جوڑنے والا ہے۔ یارب العالمین جو بھی یہاں بستے ہیں انکو خوشیاں عطا فرما دے۔ انکے غم ان سے دور ہو جائیں۔ ان کو اپنے نام سے آشنا کر دے۔ کیونکہ تیرے نام کے بغیر اندھیرا ہے۔ یارب العالمین جو یہاں آئے ہیں انکو بھی اور جو یہاں نہیں آئے ہیں دور بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے یہاں آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے، انہوں نے میرے مرشد کا تیرے پیارے دوست کا نام بھی نہیں سنا ہے۔ان کو بھی اس فیض سے حصہ عطا فرما دے کہ وہ بھی تجھ سے محبت کرنے لگیں۔ تجھ سے عشق کرنے لگیں۔ وہ اپنا رنگ بھول جائیں تیری محبت کا رنگ ان پر غالب آ جائے۔ وہ ایک دوسرے سے ملیں تو اس حوالے سے ملیں کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں تو بھی اللہ کا بندہ ہے۔ وہ ایک دوسرے کو معاف کرنے والے بن جائیں۔

ہم نشینی

جس محفل میں آپ بیٹھے ہیں اس کی تمام تر کاروائی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتے قلمبند کررہے ہیں، محفوظ کررہے ہیں۔ یہ ساری کاروائی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں پیش کی جائے گی۔ یہ کون سے لوگ آملے تھے۔ کس علائقے کے تھے۔ ان کی کیسی صورتیں تھیں۔ انکی کیسی نیتیں تھیں۔ اگرچہ ایسی محفلوں میں بیٹھنے والا کوئی بھی انسان محروم نہیں رہتا کیوں کہ یہ ایسے لوگوں کی محفلیں ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا۔ **لایشکیٰ جلیسهم.**

ایسے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے والا، جو خدا کے ذکر کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں اور ان کا مقصد **لایرید ون الاوجهه.**

یعنی ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والا خواہ دنیاوی ارادہ سے بیٹھے یا کسی اور ارادے سے۔ مگر وہ محروم نہ ہوگا۔ کچھ نہ کچھ فائدہ اسے بھی ضرور حاصل ہوگا۔ بے شک ان محفلوں کا مقام، ان کا شان بلند ہے۔ مگر بیٹھنے والا اگر خلوص دل اور صحیح نیت کے ساتھ ان میں شوق و جستجو رکھ کر بیٹھتا ہے کہ مجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ تو پھر جس طرح بارش، اللہ تعالیٰ کی رحمت جب برستی ہے تو وہ خشک جگہ پر بھی برستی ہے تو دریاؤں

اور سمندروں کے اوپر بھی برستی ہے۔ وہ بارش جو سراسر خدا کی رحمت ہے۔ پہلے قطرے سے لے کر آخری قطرے تک تو جب وہ گل وگلزار کے اوپر برستی ہے تو ان کو مہکا دیتی ہے۔ ان میں نئی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ نئے پھول کھل جاتے ہیں اور سارا ماحول معطر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی وہاں بیٹھتا ہے تو اس کی دل اور دماغ کو فرحت وسرور پہنچتا ہے لیکن یہی خدا کی رحمت، یہی بارش جب گندگی کی ڈھیر کے اوپر پڑی تو اس سے بدبوء کے بخارات اٹھنے لگے اور ہر فرد، ہر گذرنے والا اس سے دور ہو کر گذرتا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی رحمت تو سراسر رحمت تھی مگر اس گندگی کے ڈھیر میں جس کے اندر غلاظت بھری ہوئی تھی، اس غلاظت کی وجہ سے اس بارش نے اس کو فائدہ تو نہیں پہنچایا الٹا اس گندگی کی وجہ سے وہاں سے گذرنے والوں کو بھی تکلیف پہنچنے لگی۔ تو میرے دوستو جن دلوں میں سچائی ہوگی، محبت ہوگی، خلوص ہوگا تو یہ محفلیں ان دلوں کو مزید معطر کر دیتی ہیں۔ مگر دلوں میں اگر خلوص کی جگہ بے بنیاد خدشات واعتراضات ہوئے، گندگی وغلاظت ہوئی تو پھر ان دلوں کو فائدے کی بجائے نقصان ہی پہنچے گا۔ تو اس سارے فائدے اور نقصان کا مدار اس کی نیت کے اوپر ہے اسی لیے ہمیشہ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہمارے نیت خالص ہونی چاہیے۔

شُکر کی پٹی

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ بڑے تابعی بزرگ ہیں حضرت امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو منصب قضات پر فائز فرمایا تھا۔ وہ ایک جگہ سے گذر رہے تھے تو ایک شخص کسی سے شکایت کر رہا تھا مجھے یہ غم ہے، یہ تکلیف ہے، مجھے یہ پریشانی ہے، مجھے یہ مصیبت لاحق ہے ،اس طرح کی باتیں کر رہا تھا۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ اس کو بازو سے پکڑ کر کسی اور طرف لے گئے اور فرمایا او میرے بھائی کے بیٹے تم یہ کیا شکایتیں لے کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے ہو۔ جس طرح کہ یہ ہماری عادت ہوتی ہے۔ کسی اللہ والے نے کسی شخص کو دیکھا کہ آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی ہے اور وہ چل رہا ہے۔ پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ آنکھ پر پٹی میں نے اس لیے باندھی ہے کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ یا ہوسکتا ہے اس کے بازو پر پٹی تھی یا کہیں اور۔ تو آپ نے فرمایا یہ شکایت کی پٹی تو تو نے باندھ لی ہے کبھی شکر کی پٹی بھی باندھی ہے۔ اتنے دن تیری صحت ٹھیک رہی، تیری آنکھ صحیح تھی تو چلتا رہا، پھرتا رہا، کوئی تکلیف نہ تھی۔ اللہ نے تجھے صحت دی تھی۔ کبھی شکر کی پٹی بھی ہونی چاہیے تھی کہ میں خوش ہوں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ یہ اللہ کی نعمت ہے۔ ذرا سی تکلیف ہوئی تو نے شکایت کی پٹی باندھ لی۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اس کو بھی

تکلیف ہے۔تو یہ اللہ والوں کی سوچ اور فکر کا محور ہوتا ہے۔تو قاضی شریح اس کو لے کر گئے اے میرے بھائی کے بیٹے تو نے یہ کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟اب اگر تو کسی کے سامنے شکایت کرتا ہے تو وہ تمہارا یا تو دوست ہوگا اور یا تو دشمن ہوگا اگر تمہارا دوست ہے تو اس طرح تمہاری شکایت کرنا ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح تمہاری تکلیفیں سن کر،تمہاری پریشانیاں سنکر اس کا بھی دل دکھے گا۔اور کون چاہے گا کہ کوئی اپنے دوست کو دکھی کر دے۔اگر وہ تمہارا دشمن ہے تو اس کے سامنے اپنی شکایتیں بیان کرر ہے ہو،اپنی تکلیفیں بیان کرر ہے ہو۔فرمایا تمہارے دشمن کا دل تو خوش ہوگا کہ اچھا ہوا کہ یہ پھنسا ہے۔اور بھی مصیبت میں پڑ جائے۔تو انسان کے سامنے شکایت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چلا جا تنہائیوں میں اور اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جا۔اپنی شکایتیں اور تکلیفیں اس کے سامنے بیان کر تو وہ تمہاری شکایتیں اور تکلیفیں دور کر سکتا ہے۔وہ تمہیں اس مشکل سے رہائی بھی دے سکتا ہے۔لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

حبِ دنیا کے نقصان

وتایو فقیر ایک درویش ہمارے سندھ میں گذرے ہیں۔ ان کی حکایتوں میں بظاہر ہنسنے کی باتیں ہوتی ہیں لیکن ان میں اتنی معنیٰ اور حقیقت پوشیدہ ہوتی ہے کہ اہل نظر ہو وہ سمجھ لے گا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ جا رہے تھے ان کو راستے میں کہیں روپیہ مل گیا۔ پہلے وہ چاندی کے روپے ہوتے تھے' آج کل تو نوٹ ہوگئے ہیں کاغذ کے تو ایک روپیہ جو مل گیا۔ وہ پریشان ہوگئے وہ فقیر درویش آدمی انہوں نے کہا یہ دنیا ہے' یہ پیسہ ہے' یہ اگر میرے ساتھ رہا تو میرے لیے وبال بن جائے گا۔ مشکلات پیدا کرے گا۔ اس سے ابھی سے جان چھڑانا ہی بہتر ہے۔ انہوں نے کیا کیا کہ ایک درخت کی جڑ میں اس روپیہ کو پھینک دیا اور جس سفر پہ جا رہے تھے روانہ ہوگئے۔ جس کام کے لیے گئے تھے وہ ختم کیا اور پھر ان کی واپسی ہوئی۔ ان کی واپسی سے پہلے کوئی شخص اس درخت کی جڑ کے قریب بیٹھ کر پیشاب کر رہا تھا۔ جب اس نے پیشاب کیا تو وہ پیشاب کی وجہ سے وہاں سے مٹی ہٹنے لگی اور روپیہ باہر نکل آیا۔ وہ حیرت زدہ رہ گیا کہ یہ کیا ہوا؟ جلدی جلدی ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے کیونکہ روپیہ آج کے دور میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا' اگر بچے کو دو تو وہ بھی ناراض ہو جاتا ہے اگر کسی بھکاری کو دو تو وہ بھی ناراض

ہو جاتا ہے۔ یہ کیا دے رہے ہو لیکن اس وقت جب چوبیس روپے میں سونے کا تولہ ملتا تھا اس وقت روپے کی بڑی قیمت تھی۔ وہ بڑا حیران ہوا فوراً اس نے اس روپے کو اٹھالیا۔ اس نے سمجھا کہ اس درخت کی جڑ میں یقیناً خزانہ موجود ہے۔ رات کے ٹائم میں کسی مزدور کو ساتھ لے کر آیا کہ اس جگہ کو کھودو میں تمہیں اتنے اتنے پیسے دوں گا۔ اس جگہ بہت بڑا گڑھا کھودوایا مگر وہاں کچھ نہیں ملا۔ درخت کے دوسرے طرف دوسرا بڑا گڑھا کھودوایا۔ کیونکہ پچھلے زمانے میں بینکیں تو ہوتی نہیں تھیں، تو لوگ کسی ایسے درخت کی نشانی بنا کر وہاں چھپا دیتے تھے کہیں جنگل میں کہیں کسی جگہ۔ تو اس نے سمجھا کہ یہاں کسی نے دولت چھپائی ہے۔ چاروں طرف سے گڑھے اس نے کھدوائے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ درخت بے چارہ گر گیا۔ جب وتایو فقیر وہاں سے گذرا اس نے سوچا کہ وہاں روپیہ میں نے پھینکا تھا اس کا کیا ہوا۔ گذرتے گذرتے اس جگہ پر پہنچا تو اس نے یہ ماجرا دیکھا کہ بڑے گھڑے کھودے ہوئے ہیں اور درخت بے چارہ گرا ہوا ہے اور اس کی ٹہنیاں بے چاری ساری سوکھی ہوئی ہیں اور وہ ختم ہو چکی ہیں۔ وہ فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہوا کہ یارب العالمین تیرا شکر ہے کہ یہ روپیہ میرے ساتھ نہیں تھا ورنہ میں بھی جڑ سے چلا جاتا۔ مجھے بھی اس طرح برباد کر دیتا۔ اور یہ حقیقت ہے جب انسان اس روپے کو اپنے دل میں بٹھالیتا ہے، اس کی محبت کو دل میں بٹھالیتا ہے تو یہ روپیہ بھی اس درخت کا حال بنالیتا ہے اور پھر نہ ہی اس کا زمین پر پاؤں لگتا ہے اور نہ ہی کسی اور جگہ پر آرام اور سکون ملتا ہے۔

تربیت

جتنے آپ اور ہم سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس محفل کو ممتاز بنانا' عند اللہ پسندیدہ بنانا' مقبول اور منظور بنانا اس کا انحصار ہم اور آپ پر ہے۔ ہماری نیت پر ہے' ہماری سوچ پر ہے۔ کسی کے کہنے پر کوئی محفل ممتاز نہیں ہوتی۔ کسی کے دعویٰ سے کسی محفل کو امتیاز اور شان نہیں مل جاتا۔ ہوسکتا ہے کہ ہم جیسے جاہل لوگ کسی کی بات کو زوردار انداز میں' پراثر انداز میں سننے کے بعد کہہ بھی دیں کہ ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہے لیکن ایسا ہونا نہیں چاہئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں ایمان والوں کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ تم اپنی عقل اور فہم کو استعمال کرو۔ جب کوئی چیز تمہارے سامنے پیش کی جائے تو صرف اسلیئے نہیں کہ یہ میں آپکے سامنے پیش کررہا ہوں' بس وہ بات ٹھیک ہوگئی۔ اسی لیئے نہیں کوئی عالم اور کوئی شخص یا کوئی واعظ جو بڑا مشہور ہے' بڑا نیک نام ہے' اس کی کرامتیں ہم نے سن رکھی ہیں' اس کے فضائل لوگ بیان کرتے ہیں اب اس نے جب تقریر میں یہ بات کردی تو یہ ٹھیک ہوگا۔ ایسے نہیں کیونکہ میرے آقا ومولا آنحضرت ﷺ نے نفوس کو ہی پاک نہیں بنایا تھا بلکہ انہوں نے عقلوں کے تالے بھی کھول دیے تھے اور دماغوں کو روشن کردیا تھا' سوچوں کو بلند کردیا تھا جبکہ ہم جیسے۔ جن سے لوگ محبت کرتے ہیں' جن کو وہ قائد

بنا دیتے ہیں سروں پر بٹھا کے۔ وہ تو اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ بھئی جو بات میں کہے دیتا ہوں وہ آپ بلا چوں و چرا مان لیں۔ بس کوئی اس کی کسوٹی نہیں، کوئی اس کا معیار نہیں، کوئی اس کی ضمانت نہیں، کوئی اس پر سوچ بچار نہیں۔ بس جو میں نے کہہ دیا ہے وہ تمہیں کر دینا ہے لیکن میرے آقا و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایسی تربیت فرمائی تھی جس طرح کہ تربیت کا حق ہے۔

اور آج کے قائدین، آج کے واعظین، آج کے رہنما و رہبر وہ کس طرح تربیت کر رہے ہیں۔ یہ بہت زیادہ سوچنے کی بات ہے۔ بھئی آپ صرف اس چیز پر کیوں انحصار کرتے ہیں کہ کوئی آئے اور آپ کو سنا کر چلا جائے۔ نہیں آپکو تاکید کی جاتی ہے کہ جو عقل اللہ تعالیٰ نے آپکو عطا کی ہے، قلب اللہ نے آپکو عطا کیا ہے اسکو استعمال کریں۔ حق بھی واضح ہے اور باطل بھی واضح ہے۔ جب تم غور کرو گے تو تمہیں تب اس میں فرق نظر آئے گا۔ بھیڑ اور بکریوں کی طرح ہم نہ بن جائیں کہ جو بھی لاٹھی لیکر ہمارے سامنے کھڑا ہو جائے تو ہم اس کی لاٹھی کے ڈر سے اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیں۔ تم انسان ہو۔ تم خلیفۃ اللہ فی الارض ہو۔ میں صرف کرسی پر بیٹھنے والا میں نہیں یا یہ اسٹیج پر بیٹھنے والے نہیں یا کسی دار العلوم یا کسی کالج و یونیورسٹی میں پڑھنے والے وہ لوگ نہیں جن کو ایک سند مل گئی۔ جن کو ایک شان مل گیا اور ہم اپنے احساس محرومی میں ہی رہ گئے کہ بھئی اس نے بڑی کتابیں پڑھ لی ہیں خلیفۃ اللہ تو یہ ہے۔ نہیں نہیں جتنے بھی انسان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم** سب کو اس نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے۔ ایک مزدور جو تغاری اٹھانے والا ہے اس کو بھی بہترین سانچے میں ڈھالا، اس کو بھی وہ سب کچھ چیزیں عطا کی گئیں، اس کو بھی عقل دیا گیا، اس کو بھی آنکھیں بھی دی گئیں، اس کو دل بھی دیا گیا، اس کو سوچنے کی صلاحیت بھی دی گئی، اب اگر وہ خود اپنے احساس

محرومی کی وجہ سے' اپنی بیوقوفی کی وجہ سے' اپنی جہالت کی وجہ سے' غلط صحبت کی وجہ سے کہ بھئی کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ہم کیا کریں گے۔ جس طرح کہ بہت سارے لوگوں سے سننے میں آتا ہے کہ بھئی ہمارا تو کچھ بھی نہیں ہوگا' کیا ہوگا؟ کبھی بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے لئے سب دروازے کھول دیے ہیں کوئی بھی ہو' کبھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ چیز نہیں سکھائی۔ ہماری اپنی کوتاہی و جہالت کی وجہ سے یہ سوچ ہماری دل میں پیدا ہوئی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے کیا تربیت فرمائی تھی۔ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک علاقے یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیج رہے تھے معاذ بن جبل کا گھوڑا تیار ہے' اس کی لغام اس کے ہاتھ میں ہے' آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور ان کے ساتھ باتیں کرر ہے ہیں۔ اے معاذ! بتاؤ جب تم وہاں جاؤ گے تو کیا کرو گے؟ کوئی ایسی صورت' کوئی ایسا مسئلہ کوئی ایسا پرابلم تمہارے سامنے آجائے تو اس کو حل کیسے کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اس کو کتاب اللہ میں تلاش کروں گا۔ اس کا حل اللہ کے احکامات میں جو آپ نے ہمیں سکھائے ہیں قرآن مجید کی صورت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس میں فی الفور نظر نہ آئے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ احادیث وسنۃ میں' اس کے ذریعے' اس معیار پر' اس کی کسوٹی پر اس مسئلہ کو میں حل کرنے کی کوشش کرونگا۔ تو اس طرح کی دو تین باتیں دریافت کیں پھر آقا ﷺ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں میں تمہیں اس مسئلہ کا حل نظر نہ آئے؟ تو حضور میں خود اس پر غور کرونگا پھر میں عقل کو استعمال کرونگا۔ میں اپنی سوچ کو اس میں استعمال کرونگا پھر مجھے جو صحیح نظر آیا میں اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے صحیح کہا۔ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔ تو آقائے نامدار آنحضرت ﷺ تو عقلوں کے تالے کھولنے آئے تھے۔ ہم جیسے ایسے رہبر ورہنما آج پیدا ہو گئے ہیں کہ ہم تو لوگوں کے ذہنوں پر تالے ڈال

دیتے ہیں۔کل قیامت کے روز بارگاہ الٰہی میں بڑی مار پڑے گی۔یقین سے جانئے ہم جیسے نام نہاد قائدین پر بڑی مار پڑے گی۔کوئی خوف نہیں۔جو بات بتانی چاہیئے وہ بتاتے نہیں اور جس کی ضرورت نہیں۔خاص اس پر ہمارا زور ہے۔تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہم اور آپکو اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے عقل اور فہم کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔یہ ایسا ہی ہے اگر کوئی اپنے بازو کے استعمال کو ترک کر دے اور اس کو بالکل ہی چھوڑ دے اور اس کو ہلانا چھوڑ دے تو چند مہینوں کے بعد اس کا وہ عضوہ معطل ہوجائے گا۔اس کے جو یہ بند ہیں وہ کام نہیں کریں گے۔اکڑ جائینگے۔وہ بازو جو ہے وہ ختم ہوجائے گا۔اس طرح ہم اور آپ قلب کے ساتھ عقل کو استعمال ہی نہیں کریں گے تو عقل معطل ہوجائے گی۔

گدھا اور گلقند

یہ دنیا بہت ہی خوبصورت اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس کو مزید خوبصورت بناؤ۔ اس کو اچھا بناؤ۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرو اور اس نعمت سے کسی اور کو بہرہ مند ہوتے دیکھو تو بھی شکر کرو۔ اپنے بھائیوں کی خوشیوں میں بھی تم خوش ہو جاؤ۔ اپنے بچوں کی خوشیوں میں بھی خوش ہو جاؤ۔ بڑی خوشیاں ہمارے اردگرد بستی ہیں جن سے ہم صرف نظر کر دیتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ جو میں ہی سوچتا ہوں وہی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تو قدم قدم پر خوشیاں دیتا ہے۔ قدم قدم پر نور دیتا ہے۔ مغفرتیں دیتا ہے۔ عنایتیں دیتا ہے۔ میرے آقا و مولا آنحضرت ﷺ کی طرف سے عنایتیں ہوتی ہیں قدم قدم پر لیکن ہو کچھ شناس، ہو کچھ فہم، ہو کچھ عقل، کچھ سمجھ ہو۔ ہماری سندھی زبان میں مثال دیتے ہیں کہ گڏھ ڇا ڄاڻي گلقند مان

گدھے کو کیا پتہ کہ گلقند کیا چیز ہے۔ حکیم صاحب اگر گدھے کو گلقند کھلانا چاہیں تو گدھے کو کیا پتہ کہ گلقند کیا ہے۔ وہ تو اس کو گھاس سمجھ کر کھا جائیگا۔ اسی طرح نعمتیں تو ہمیں بیشمار ملتی ہیں مگر ہم بھی گدھے کی طرح گلقند کا قدر نہیں جانتے۔ اگر تم ذکر کرنا شروع کر دو، اگر تم اپنے دل میں اپنے رب کا پیار بسا دو، اگر تم اپنے دل سے بغض و کینہ نکال دو۔ کوئی بھی ہو، تو دیکھو

پھر کیسے تمہارے دل میں خوشیاں آتی ہیں۔طمانیت آتی ہے۔نور آتا ہے۔پھر کیسے تمہاری زندگی سہل بن جاتی ہے اور کس طرح تم لوگوں کے مددگار بن جاتے ہو۔

تکلیف کے فوائد

مولانا رومی فرماتے ہیں

گراں گیرد چہ رنج دوست بہ دوست

دوست کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو دوست کیوں گراں سمجھے گا۔ آگے جو بات کہہ رہے ہیں بڑے پتے کی ہے۔

رنج مغز بدوستی اوراچہ اوست

کہہ رہے ہیں کہ دوستی تو چھلکا ہے۔ جو اندر اصل مغز ہے وہ رنج ہے۔ جو دوستی میں رنج پہنچتا ہے' تکلیف پہنچتی ہے اصل مغز تو وہ ہے۔ وہ کہتے ہیں وہ ہی تو مطلوب ہے۔ اگر وہ چیز نہ ہو تو دوستی کا مثال تو چھلکے کی طرح ہے۔ تم بادام خریدتے ہو۔ بادام کے اوپر چھلکا ہوتا ہے اندر مغز ہوتا ہے۔ جب تم خرید رہے ہوتے ہو چھلکے پر تمہاری نظر نہیں ہوتی' تمہاری نظر چھلکے کے اندر موجود مغز پر ہوتی ہے کہ جا کر میں اس کو توڑوں گا' اندر سے بادام نکالوں گا اور میں کھاؤں گا۔ میرے دماغ اور قلب کو تازگی ملے گی۔ اگر تمہیں بادام نکلا ہوا ہو اور صرف چھلکے ہوں' کوئی مفت میں بھی دے کبھی بھی لینا پسند نہ کرو گے۔ کہو گے بھئی میں اس کا کیا کروں گا۔ یہ تو جلانے

کے بھی لائق نہیں ہے۔ پھینک کے چلے جاؤ گے۔تو وہ فرماتے ہیں دوست جس کو تم مغز سمجھ رہے ہو یہ چھلکا ہے۔اصل جو مغز ہے وہ دوستی میں ملنے والا رنج و تکلیف ہے۔دوست کی طرف سے جو بھی ملتا ہے وہ پیارا ہوتا ہے۔اگر رنج مل جائے تو وہ بھی پیارا ہوتا ہے۔

ڏک سکن جي سونهن گهوريان سک ڏکن تان

شاہ عبداللطیف بھٹائی صاحب فرماتے ہیں کہ جو دکھ مجھے ملے ہیں وہ اصل حسن تو ان ہی میں ہے۔ سمجھو صوفیو سمجھو۔اور پھر فرماتے ہیں ایسے دکھوں پر جو مجھے محبوب کے در پر ملیں،اس کے جستجو میں ملیں،اس کی رضا کو پانے میں ملیں،فرماتے ہیں یہ جو تکلیفیں مل رہی ہیں یہ تو اصل ہے۔میں ایسے آرام،ایسے خوشیوں کو ان پر قربان کردوں۔قربان کردوں۔

سستا سودا

مجنوں نے جب سنا کہ لیلیٰ خیرات بانٹ رہی ہے میں اس بنیاد پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ جب تکلیفیں آتی ہیں تو ہم سندھی میں کہتے ہیں ڈورا پاڈین شروع کندا آہیون۔ ہم شکایتیں شروع کردیتے ہیں۔ تو مجنوں بھی ایک لکڑی کا پیالا لیکر صف میں کھڑا ہو گیا۔ لیلیٰ کے چہرے میں آنکھیں گڑی ہوئی ہیں۔ ہاتھ میں پیالہ ہے۔ سب کو خیرات مل رہی ہے۔ مجنوں کی جب باری آئی تو لیلیٰ نے کچھ بھی نہیں دیا۔ سب لوگوں کو خیرات ملی لیکن مجنوں کو کچھ بھی نہیں ملا اور وہ چلی گئی اپنے حجرے میں۔ رومی کا واقعہ ہے اور کوئی عام واقعہ نہیں رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگوں نے مجنوں کا مذاق اڑایا او بے وقوف تم بڑی محبت کرتے ہو زندگی تو نے اپنی اس کے پیچھے ختم کردی تمہاری یہ قدر ہے اس کے پاس۔ سب لوگوں کو خیرات دی اور تجھے کچھ بھی نہیں دیا۔ مجنوں خوشی سے ناچ رہا تھا۔ وہ ناچ رہا ہے، وہ موج کر رہا ہے۔ او بے وقوف کیوں ناچ رہے ہو؟ اس نے کہا لیلیٰ نے دیا نہیں پر دیکھا تو سہی۔ مجھے دیکھا تو سہی۔ اس کا دیکھنا میرے لیے کافی ہے۔ اے اللہ کے در پر سجدہ کرنے والو، خدا کے در پر پڑے رہنے والو، اللہ اللہ کرنے والو، ذکر قلبی کرنے والو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں کچھ نہیں مل رہا ہے لیکن وہ لیلیٰ اس کو دیکھ رہی تھی وہ خوش

ہنو رہا تھا۔ کیا اللہ تمہیں نہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ ایک نظر کیا حیثیت کیا مقام کیا شرف وشان رکھتی ہے، وہ جو ہوس کا مارا ہوا ہے۔ دولت کا پجاری ہے۔ جو ہر چیز کو پیسوں میں تولتا ہے وہ نہیں سمجھ سکتا لیکن جو قدر دان ہے جسکو پتہ ہے جس کے دل میں عشق کی شمع روشن ہے، جسکے دل میں درد ہے، جس کے دل میں سوز ہے، جس کے دل میں گداز ہے وہ جانتا ہے کہ اس ایک نظر کی قیمت کیا ہے۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتی

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے میرے رب تو نے اپنے وصال کی قیمت لگائی ہے کہ دونوں جہانوں سے ہاتھ اٹھاؤ۔ دنیا پر سے بھی ہاتھ اٹھاؤ، نہیں چاہیے دنیا اور آخرت پر سے بھی ہاتھ اٹھا دو۔ وہ عاشق کہتا ہے، وہ خوش ہوتا ہے کہ اے میرے مولیٰ بڑا سستا سودا ہے۔ یہ دنیا کیا ہے؟ یہ تو ویسے ہی چلی جانی ہے۔ کون قبر میں ساتھ لے کر گیا ہے۔ آخرت کا مزہ ہمیں اس کی طلب نہیں۔ تو یہ جو تیرا وصال جو ہے یہ تو بڑا سستا ہو گیا۔

آئیڈیل

امام زین العابدین کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ وضو کر رہے تھے تو آپ کا جسم کانپتا تھا لرزتا تھا۔ وضو ختم ہو جاتا تو آپ کے اوپر نیم بیہوشی کا عالم طاری ہو جاتا۔ لوگ کہتے کہ یا حضرت یہ آپ کیوں کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا بیوقوف میں کہاں جار ہا ہوں؟ احکم الحاکمین کی دربار میں جار ہا ہوں۔ رب العالمین کے سامنے پیش ہونے کے لیے جار ہا ہوں جس کے ہاتھ میں ہر چیز ہے۔ وہ جنت بھی عطا فرما سکتا ہے اور دوزخ میں بھی پھینک سکتا ہے۔ اس بے پرواہ بادشاہ کی دربار میں جار ہا ہوں میں کانپوں نہیں تو اور کیا کروں۔ خدا کے لیے ہم اپنے اوپر تصور کریں کہ کیا ایک مرتبہ بھی ایسا ہوا ہے کہ جب ہم نماز کے لیے جار ہے ہیں تو ہماری کیفیت یہ ہو۔ ہمارے اندر ایسا خوف اور خشیت کی کیفیت طاری ہو۔ تو امام زین العابدین ایسے عبادت گذارتے تھے۔ آپ تاریخ کے کتابوں کو پڑھ کر تو دیکھیں۔ موجودہ دور کے جو نوجوان لڑکے ہوتے ہیں پتہ نہیں کس کس کو آئیڈیل بنالیتے ہیں۔ کوئی سیاستدان ہے۔ کسی کا آئیڈیل کوئی اداکار ہے۔ صد افسوس اگر ہمارے مسلمان بھائی اپنے گھروں میں ایسی کتابیں رکھیں جن میں ان عظیم المرتبت ہستیوں کی سوانح حیات ہو اور نوجوان ان کو پڑھیں تا کہ ان کو معلوم ہو کہ حقیقی آئیڈیل کون ہوتا ہے۔

دل کی باتیں

کسی اللہ والے کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا۔ ان کے فرزند ارجمند مدرسے فارغ ہوکر تشریف لائے۔ تو مریدین نے مبارک باد دی۔ آپ نے محفل منعقد کی، اپنے مریدین کو بٹھایا اور اپنے صاحبزادے کو فرمایا ان کو نصیحت کرو۔ وہ کھڑے ہوگئے بڑے منطقی انداز میں بڑے فلسفیانہ انداز میں بڑے عمدہ دلائل کے انبار لگا دیے۔ سارا مجمع خاموش بیٹھا رہا کوئی ان پر اثر ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ تو اللہ والے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے فرمایا سادہ سے جملے تھے کہ رات ہم نے دودھ رکھا تھا کہ سحری کے ٹائم وہ استعمال کر کے روزہ رکھیں گے لیکن رات بلی آئی اس نے دودھ خراب کر دیا۔ ہم سحری کے ٹائم جب اٹھے تو وہ دودھ تھا ہی نہیں۔ یہ جملہ سننا تھا کہ سارے مجمعے پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ سارے وجد میں آ گئے۔ آپ چلے گئے۔ فرزند بھی آیا۔ اس کو بٹھایا آپ نے فرمایا بیٹے تم نے تقریر کی؟ اس نے کہا جی حضرت۔ فرمایا دیکھا تم نے لوگوں کو؟ اس نے کہا جی۔ پھر فرمایا میں نے بھی کلام کیا سنا تم نے؟ اس نے کہا میں نے سنا۔ نتیجہ کیا مرتب ہوا اس کا لوگوں پر؟ میں نے دیکھا بڑا ان میں وجد پیدا ہو گیا۔ بہت جوش آ گیا۔ انہوں نے فرمایا تمہارے کلام میں تو بڑی ترتیب تھی، ہمارا کلام تو بے ربط اور کوئی

سیاق وسباق بھی نہیں تھا۔ کیوں ہوا اس طرح تم بتاؤ؟ کہنے لگا مجھے کچھ پتا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو میرا کلام سادہ تھا لیکن میرے دل میں درد ہے۔ اس درد کا اثر تھا الفاظ کا اثر نہیں تھا۔ تمہارا کلام ترتیب اور بہت عمدہ نفیس طریقے سے بیاں کیا گیا لیکن تمہارا دل درد سے خالی ہے۔ اس لیے کچھ اس کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

اے سوختائے جاں کیا پھوک دیا میرے دل میں
ہے ایک آگ کا دریا موجزن میرے دل میں

ہمارے شیخ بھی یہ پڑھتے تھے کہ اے سوختاں جاں تم تو خود جل کر محبت اور عشق میں کباب بن چکے ہو۔ مجھے کیا پھونک ماری ہے تم نے کہ میرے دل میں بھی آگ سی لگ گئی ہے۔ ہم پھونک اور دم کروانے کی شوقین ہیں لیکن وہ کسی اور پھونک کی بات کر رہا ہے۔ اس پھونک کی طلب کرنے والے بالکل ناپید ہیں۔

دنیاوی دوست

ایک مثالی کہانی یا افسانہ بتایا جاتا ہے کہ ایک عورت تھی اس پر کسی نے جادو کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ صبح وہ اٹھی تھی تو اسکے پورے جسم میں سوئیاں چبھتی تھیں۔ اس قدر کہ اسکی آنکھوں میں بھی سوئیاں چبھتی تھیں۔ وہ سخت اذیت کے عالم میں تھی اور جنگل میں رہتی تھی۔ وہاں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو اس کو اس تکلیف سے نجات دے۔ ایک عورت اس کے قریب رہتی تھی جو یہ سوئیاں نکالتی تھی لیکن حقیقت میں وہ اس کی دشمن تھی۔ آخر کار مجبوری میں اس نے اس عورت کو سوئیاں نکالنے کے لیے کہا۔ وہ صبح سے شام تک اس کی سوئیاں نکالتی تھی لیکن آنکھ والی سوئیاں ہرگز نہیں نکالتی تھی کیونکہ وہ اسکی دشمن تھی اور دوسرے دن پھر ایسے ہی ہوتا وہ سوئیاں نکالتی مگر آنکھ والی نہیں نکالتی۔ میرے دوست شیطان کے اس جادو کی وجہ سے یہ سمجھو کہ ہمارے پورے جسم میں سوئیاں چبھی ہوئی ہیں اور جن کے پاس ہم انہیں اپنا سمجھ کر جاتے ہیں۔ وہ تسلی دیتے ہیں اور دنیاوی اسباب سے، سامان سے ہماری مدد کرتے ہیں۔ جسم میں جو تکلیف ہے اسے دور کرتے ہیں لیکن دل میں لگی ہوئی اس سوئی کو نہیں نکالتے۔ کیونکہ حقیقی دوست وہ بھی نہیں ہیں۔ تو میرے دوست شیطان کی جو سوئیاں ہماری آنکھوں میں چبھی ہوئی ہیں انہیں دنیا والے

دوست نہیں نکال سکیں گے۔ یہ دنیا والے دوست اپنے مطلب مقصد کے لیے خیر خواہی کریں گے۔ جب تک تمہارے جیب بھرے ہیں آئیں گے۔نہیں تو چلے جائیں گے۔

تعلیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مکہ شریف پہنچتے ہیں، ایک مرتبہ واپس لوٹائے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف اور اذیتیں دی گئی ہیں۔ آخر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح ونصرت سے نوازااور کامیابی عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں داخل ہوتے ہیں تو وہ سارے کافر بھاگ جاتے ہیں، کوئی کسی جگہ چھپ جاتا ہے۔ کوئی کسی جگہ چھپ جاتا ہے۔ سب مخالف اور دشمن آج لاچار اور مجبور ہیں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ شریف میں داخل ہوتے ہیں، اس کی گلیوں میں داخل ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر کوئی بڑی مسرت یا کسی شادمانی یا جس طرح کوئی دنیادار آدمی قلعہ فتح کرتا ہے تو وہ اپنے جامہ میں سمانہیں پاتا، وہ ہوش وحواس سے باہر نکل جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مجھ جیسا کوئی فتح مند، مجھ جیسا کوئی بہادر دنیا میں نہ ہوگا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر انکساری اور عاجزی کا غلبہ ہے۔ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں، گردن مبارک جھکی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر کسی بڑائی یا اپنی تعریف کے الفاظ نہیں نکلتے بلکہ عجز وانکساری کے ساتھ گردن جھکا کر مکہ شریف کے گلیوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے

تو ہمیں اپنے کردار سے بھی تعلیم دی ہے، اپنی گفتار سے بھی تعلیم دی ہے۔ ایک ایسا واقعہ میرے ذہن میں دوسرا ابھی آتا ہے کہ ایک بدوی ہے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اس عظمت کو، اس رعب کو، اس چہرہ انور کے اس دبدبہ کو، جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا تھا دیکھ کر اس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، اس کا پسینہ چھوٹ جاتا ہے، بات کرنا چاہتا ہے تو اس کی زبان سے آواز نہیں نکلتی اور لرزاں ترساں ہے۔ حضور ﷺ کی طرف سے عاجزی کے ساتھ نگاہ دوڑاتا ہے، اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے کہ سرکار! آپ کے رعب کی بنا پر اپنا حال زار بیان نہیں کر سکتا۔ حضور! میری زبان سے لفظ نہیں نکلتا۔ ہمارے جیسا کوئی ہوتا تو پھول جاتا کہ واہ کیا کہنا میرے رعب کا، کیا کہنا میرے تاب کا، لیکن حضور ﷺ کی شان دیکھئے۔ آپ ﷺ مسکراتے ہیں اور بدوی سے فرماتے ہیں کہ ڈرو مت۔ اے ہمارے دوست مجھ سے مت ڈرو۔ میں قریش کی اس غریب عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھا کر اپنا پیٹ پالا کرتی تھی۔ اپنی اس وصف کو بطور فخر بیان کرتے ہیں کہ میں قریش کی اس غریب عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھا کر اپنا وقت گذارا کرتی تھی۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں یا کوئی حکمراں نہیں ہوں یا کوئی جابر نہیں ہوں جس سے تم ڈرتے ہو تم آرام وسکون سے ساتھ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔

میرے دوستو! اللہ والوں کی بھی یہی تعلیم ہوتی ہے کہ اپنے اندر عاجزی، انکساری اور تواضع پیدا کرو۔ جب یہ اوصاف اور یہ حقیقتیں پیدا ہو جائیں گی، تب انسان اپنی معراج کو حاصل کر لے گا۔ جن اللہ والوں نے، جس طرح حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ یا ایسے دوسرے ولی جو اس مقام پر پہنچے ہیں، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کے آگے اپنی نفی کی اور اپنے آپ کو مٹا دیا، اپنے آپ کو فنا کر دیا، تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندیاں عطا فرمائی ہیں۔

وضو

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نماز اور تلاوت کے لیے اپنے باطنی اعضاء کا بھی وضو ہونا چاہیے۔ ایک تو وضو وہ ہے کہ تو نے ہاتھ کو دھویا۔ اس کی برکت یہ ہوتی ہے کہ انسان کے ہاتھ کے گناہ ہیں وہ ہاتھ کے سارے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ پورے خلوص اور محبت سے وضو کرتے ہوئے اپنے چہرے کو دھویا تو اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے، آنکھوں کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔ کلیاں کرتا ہے تو اللہ اس کے منہ کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اگر بازؤں کو دھوتا ہے تو اس کے بازوں کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ یہ عمل اعلیٰ اور پسندیدہ ہے اور اس لیے وضو کیا جاتا ہے تا کہ یہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر اس لائق بن سکے کہ اپنے محبوب رب العالمین سے ہم کلام ہو۔ ہم تو اس ہم کلامی کو بھی نہیں جانتے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ نماز تو صرف اٹھنے بیٹھنے کا نام ہے۔ کھڑے ہو گئے، دو سجدے کیے، رکوع کیا، دعا مانگی اور چلے گئے۔ نہیں، نماز اتنی بڑی اعلیٰ اور ارفع چیز ہے کہ جب تک انسان کا اس میں دل شامل نہ ہو جائے، اس کا شوق اس میں شامل نہ ہو، اس کی محبت اس میں شامل نہ ہو اس وقت تک نماز کا کما حقہ فائدہ پہنچ ہی نہیں سکتا۔ حکومت اگر ڈنڈے بردار مقرر کر دے کہ بھئی کسی کو بھی نہیں

چھوڑو۔ جو نماز کے ٹائم پر نماز نہیں پڑھتا اس کو مارو پیٹو۔ بے شک یہ بہتر کام ہوگا لیکن ان کی نماز جو ڈنڈے کے خوف سے پڑھی جاتی ہے تو وہ نماز پسندیدہ نہیں ہے بلکہ نماز تو وہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ اس کے محبت میں اور شوق میں پڑھی جائے۔ اور ایک نماز ہوتی ہے کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ لوگ کہیں کہ بڑا صوفی صاحب ہے' یہ بڑا بزرگ صاحب ہے۔ اس کو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اصغر فرمایا ہے ایاک والشرک الاصغر قالوا من الشرک الاصغر قال الریاء .او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچاؤ اپنے آپ کو شرک اصغر سے' چھوٹے شرک سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک اصغر یہ ہوتا ہے جب تم عبادت کرو' جب تم خیرات کرو' جب تم قربانی کرو' جب تم نماز پڑھو وہ اس لیے پڑھو کہ لوگ تمہیں نیک کہیں۔ لوگ تمہاری تعظیم بجالائیں۔ لوگ تمہاری توقیر بجالائیں۔ اس کو ریا کہا جاتا ہے۔ ایسی عبادت کی بارگاہ خداوندی میں کچھ مقبولیت نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دکاندار تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو وہ کہنے لگا کہ اے بوڑھی نمک کا سیر ڈیڑھ آنے میں ہے۔ اس کو لینا ہے تو لے لو ورنہ چلی جاؤ۔ لوگ حیران رہ گئے۔ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور یہ نمک کی بات کر رہا ہے۔ ہے کیا اسرار؟ لوگوں نے اس سے پوچھا بھئی تو نے یہ کیا بات کہی؟ اس نے کہا خدا کے لیے چھوڑ دو' مجھے ایسے ہی رہنے دو تو بہتر ہے ۔جب انہوں نے اصرار کیا اس نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ روزانہ شام کے ٹائم پر ایک بوڑھی میرے دکان پر آتی ہے' ہر ایک چیز پر ہاتھ رکھتی ہے' پیاز پر ہاتھ رکھے گی اس کا کلو کتنے کا ہے؟ گھی پر ہاتھ رکھے گی اس کا کلو کتنے کا ہے؟ چینی پہ ہاتھ رکھے گی اس کا کلو کتنے کا ہے پھر کسی ایک چیز پر آ کر اڑ جائے گی "اس کا اتنا تو نہیں میں اتنا دونگی" پھر جب میں نے نماز شروع کی اللہ اکبر کہا تو

تصور ہی تصور میں دکان پہ پہنچ گیا۔اسی موقع پر وہ بوڑھی بھی آ گئی۔میں رکوع میں جا رہا ہوں‘ سجود میں جا رہا ہوں لیکن گفتگو میری اس بوڑھی سے ہو رہی ہے۔لڑائی جھگڑا اسکے ساتھ ہو رہا ہے آخر میں میں جب التحیات میں گیا تو اس نے نمک پر ہاتھ رکھا۔میں اس سے پریشان ہو گیا تھا کہ ابھی بھی جان نہیں چھوڑ رہی ہے۔تو سلام پھیرتے ہوئے بے اختیار میرے منہ سے یہ بات نکل گئی کیونکہ میں اتنا محو ہو گیا تھا کہ میں نماز کو بھول گیا تھا۔میں نے سمجھا کہ میں دکان پہ بیٹھا ہوا ہوں اور بوڑھی عورت میرے سامنے کھڑی ہے۔میں نے اس کو کہا کہ ڈیڑھ آنے سیر نمک کا کلو ہے۔لینا ہے تو لے لو ورنہ نکل جاؤ۔تو ہماری نماز بھی اسی طرح ہوتی ہے۔نماز پڑھ رہے ہیں اور اپنے دنیا کے حساب میں لگے ہوئے ہیں۔ایسی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔تو میں عرض کر رہا تھا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تم وضو بناؤ تو ایک ظاہری وضو ہے۔دوسرا تمہیں باطنی و روحانی وضو کی ضرورت ہے۔وہ یہ ہے کہ جب تم مسجد میں پہنچو تو اس سے پہلے اپنے دل کو بھی وضو کراؤ۔دل کا وضو کیا ہونا چاہیے؟ اسے محبت خداوندی‘ معرفت خداوندی کے نور سے وضو کراؤ تا کہ اس میں جو ریاء کے اثرات موجود ہیں۔ان سب چیزوں سے دل بالکل پاک اور صاف بنجائے اور جب تم اللہ اکبر کہو تو تمہارا دل بھی مانے کہ واقعی سب سے بڑا اللہ ہے اور میں اس کے سامنے کھڑا ہوں۔جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے‘ جو مہربان ہے اور قہار بھی ہے‘ وہ رحمت والا بھی ہے اور عذاب کرنے والا بھی ہے۔یہ کیفیات اپنے دل میں رکھ اور امید بھی تیرے دل میں موجود ہو اور اس کے ساتھ خوف بھی تیرے ساتھ موجود ہو پھر تم نماز ادا کرو تو ایسی ایک رکعت دیگر لاکھ رکعتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بلند مقام رکھتی ہے۔ورنہ تو کوئی بڑا عالم کیوں نہ ہو‘ بہت بڑا قاری کیوں نہ ہو‘ بہت بڑا مجاہد کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کے دل میں نیت صحیح اور خلوص موجود نہیں ہے تو وہ اس کے سارے عمل اکارت چلے جاتے ہیں۔

عقل و عشق

ہمارے طریقہ عالیہ کے پیشوا ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ جب بچے ہوتے تھے تو انکی والدہ انکو بھیج دیتی تھی۔ زمین میں ہل چلانے کے لیے۔قربان جاؤں خرقانی کے نام جن کا فیض پوری دنیا میں ہے۔جن کی محبت کا میں نے ذکر کیا وہ کہتا ہے کہ کسی بھی طرف مشرق میں ہو یا مغرب میں۔شمال میں ہو یا جنوب میں ہو کسی بھی انسان کو کانٹا چبھتا ہے تو اس کا درد خرقانی کو محسوس ہوتا ہے۔ اللہ کے بندوں سے، مخلوق سے اتنا پیار ہے۔ ان کو اتنی شفقت ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہماری خانقاہ پر جو بھی آئے اس سے اس کا ایمان نہ پوچھو۔ اس کو کھانا کھلاؤ۔اس کی خدمت کرو۔اس کو سینے سے لگاؤ۔اس کے ایمان کے متعلق مت پوچھو۔بھئی علماء جو ہوتے ہیں وہ اہل عقل ہوتے ہیں اور جو صوفیاء ہوتے ہیں وہ اہل عشق ہوتے ہیں۔علماء وہ عقل کی باتیں کریں گے لیکن صوفیاء جو ہیں وہ عشق کی باتیں کریں گے۔وہ جامع دنوں چیزوں کی اگر کوئی بات ہے تو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔عشق کی بھی جامع اور عقل کی بھی جامع۔وہ لوگ جو دونوں چیزوں میں، عقل و عشق دونوں میں مہارت رکھتے ہیں وہ خال خال ہوتے ہیں۔بہت کم ہوتے ہیں۔انہی لوگوں کو نائب نبی کہا جاتا ہے۔عالم ربانی کہا جاتا ہے۔

بظاہر یہ تضاد نظر آتا ہے۔ یہ تضاد تو نظر آئے گا۔ یہ ایک فطری بات' ہے کوئی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عشق والا عشق کی بات کرے گا عقل والا عقل کی بات کرے گا۔ عشق والا کہے گا کہ سر کٹانا جو ہے یہ عین ثواب ہے۔ اور عقل والا کہے گا سر بچانا فرض عین ہے۔ اپنی جان کو جوکھے میں مت ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو سر بچانا ضروری ہے۔ اس لیے کبھی بھی اس بات میں مت پریشان ہو کہ علماء نے کیا کہا اور صوفیاء کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ سوچ اور زاویہ نگاہ کی تبدیلی کی بات ہے۔

اونچائی کے نقصان

پاؤں کو اتنا اعزاز، مقام ومرتبہ دیا جاتا ہے کہ پاؤں کو چومتے ہیں اور اگر لڑائی اور جھگڑا شروع ہو جائے تو ڈنڈے پاؤں پر نہیں مارے جاتے سر پر مارے جاتے ہیں۔تو بس ہم جیسے لوگ ہر وقت ڈنڈوں کی زد میں ہیں کیونکہ ہم اونچا رہتے ہیں اور جو نیچے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ پرسکون اور محفوظ ہوتے ہیں۔ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔تو اس طرح ہمارے معاشرے میں یہ کشمکش لگی ہوئی ہے کہ میں اور اوپر جاؤں میں اور اوپر جاؤں میں اور اوپر جاؤں۔ دوستو ہم کتنا اوپر جانا چاہتے ہیں۔ بھلے علم میں اوپر جاؤ، عمل میں جاؤ، اخلاص میں اوپر جاؤ۔محبت، پیار اور اللہ اور اس کے رسول کے عشق میں اوپر جاؤ۔یہ اور بات ہے لیکن جو ہم اپنے معاشرے جس رنگ ڈھنگ کو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں نام ہمارا اونچا ہو۔ چوہدری، وڈیرا، صاحبزادہ، پیر صاحب یا اور القاب۔ کتنا اوپر جانا چاہتے ہو؟ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ جتنا اوپر جاؤ گے اور جب پھر گرو گے تو ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔اگر اتنا اونچا نہیں اڑے، زیادہ اونچائی پر نہیں تو شاید تکلیف بھی کم آئے لیکن آدمی جتنا اونچا جانے کی کوشش کرے گا اپنے نفس کے لیے، اپنی شہرت کے لیے، اپنے مقاصد کے لیے تو پھر اس کے گرنے کا موقعہ بھی ضرور آتا ہے۔

اللہ کا دیدار

کہتے ہیں جنتی جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو جنت میں پہنچنے کے بعد بھی سکون نہیں پائیں گے۔ انہیں جنت میں بھی مزا نہیں آئے گا۔ جنت کی حور و غلمان میں ان کا دل نہیں لگے گا۔ جنت کے عجیب و غریب و میوات دیکھ کے ان کے دل نہیں بھریں گے۔ حالانکہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے کہ جنتی جس چیز کی خواہش کرے گا وہ اسکے سامنے ہوگی۔ تم اس کی لذت کو ایسے محسوس کرو کہ تم کہو کہ میں نے آم تو بہت کھائے مگر ایسا آم میں نے اپنی زندگی میں نہیں کھایا اور نہ ہی دیکھا۔ پھر وہ بندہ عرض کرے گا یارب العالمین یہ تو پہلے بھی میں نے کھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے ظاہری صورت میں وہی ہے مگر کھانے کے بعد تم لذت دوسری محسوس کرو گے۔ جنت کے ان میوات کے علاوہ دودھ اور شہد کی نہریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرح طرح کے انعام ہوں گے۔ مگر ان کے ہوتے ہوئے بھی ایک گروہ جنت میں ایسا ہوگا جو جنت میں بھی سکون نہیں پائے گا۔ وہ روئے گا، فریاد کرے گا۔ جیسے ماں سے جدا ہونے پر بچہ روتا ہے۔ پھر تم اس بچے کو کتنے ہی خوبصورت کپڑے پہناؤ، میٹھی چیزیں اس کے سامنے رکھو وہ ان کو ٹھکرا دے گا۔ مرغ مسلم، زردہ،

پلاؤ ہر چیز کو ٹھکرا دے گا۔ اسے کوئی چیز مزہ نہیں دے گی وہ صرف اماں اماں کہے گا اور جب ماں اسے سینے سے لگائے گی تو بھلے بھوکا ہو، پیاسہ ہو، پھٹے ہوئے کپڑے ہوں لیکن اسے ایسی راحت ملے گی گویا اسے جنت مل گئی۔ اسی طرح جنت میں لوگوں کا گروہ وہ طعام نہیں چاہے گا، حور و غلمان کی طرف توجہ نہیں دے گا۔ اور اسی اعلیٰ فرنیچر کو نہیں دیکھے گا بلکہ وہ فریاد کریں گے بے قرار ہوں گے۔ احادیث میں آیا ہے کہ وہ ان دروازوں کو توڑ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے گا کہ ان دیوانوں سے پوچھو تمہیں کیا چاہیے؟ جب فرشتے ان سے پوچھیں گے تو وہ زار و قطار روتے ہوئے، فریاد کرتے ہوئے، سسکیاں لیتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے دنیا میں جو عبادت کی، جو روزے رکھے، جو تلاوت کی یہ جنت کے لیے نہیں تھی۔ بلکہ اس لیے تھی کہ ہمیں رب العالمین کا دیدار ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ علیم بذات الصدور ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان بندوں کی تمنا کیا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجے گا تا کہ سب جنت والوں کو معلوم ہو کہ میرے عارف کی کیا شان ہے؟ میرے ولیوں کی شان کیا ہے؟ جن کی تعریف میں نے قرآن میں کی ان کا مقام کیا ہے؟ اس کے علاوہ فرشتے بھی یہ جانیں کہ انکی محبت اللہ جلشانہ سے بے لوث ہے اور جنت کے لیے نہیں ہے ان کی محبت حور و غلمان کے لیے نہیں، دودھ اور شہد کی نہروں کے لیے نہیں تھی۔ ان کی محبت تو محض اس لیے تھی کہ وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان چند عارفوں، محبت والوں، ان عاشقوں کے صدقے سب جنت والوں کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

صحابہ کرام

میرے آقا و مولیٰ آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں، ہزار ہا ہونگے لیکن کچھ لوگ وہاں آئے اور دیکھنے کے بعد واپس چلے گئے کہ "یہ تو ہم جیسا انسان ہے" نعوذ باللہ من ذالک ۔اور کچھ لوگ وہ بھی تھے جب وہاں آئے تو پھر انہوں نے واپس جانے کا نام ہی نہیں لیا۔ اپنی جانیں قربان کر دیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے جسم کمزور تھے، جن کے لباس پھٹے ہوئے تھے، جن کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہم جیسے موٹے تازہ نہیں تھے۔ ہم جیسے فاخرہ لباس زیب تن کرنے والے نہیں تھے۔ ان کے پاؤں میں کھجور کے پتوں کی جوتیاں ہوتی تھیں۔ آج کل کی طرح نہیں جس طرح ہم بڑے نفیس اور عالیشان جوتے پہنتے ہیں ویسے ان کے پاؤں میں نہیں ہوتے تھے۔ ان کے لباس ایسے کھردرے اور سخت ہوتے تھے کہ جو ہم لوگ اپنے جسم کو لگائیں تو چیخ اٹھیں لیکن وہ اپنے وعدے کے پکے تھے۔ جو کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے۔ امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ فرمان ہو جاتا تھا کہ بیٹھ جاؤ تو بیٹھ جاتے تھے۔ فرمان ہو جاتا کہ اٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جاتے تھے۔ حکم ہوتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرو تو وہ تبلیغ کرتے تھے۔ ان کو اس سے سروکار نہیں ہوتا تھا کہ یہ بات ہمارے عقل اور دماغ کو قبول بھی ہے یا نہیں۔ وہ صرف آقا کے چہرہ انور

کو دیکھتے تھے۔ان کے حکم اوران کے فرمان پر چلتے تھے۔یہ وہ لوگ تھے جن کو صحابہ کے نام سے ہم جانتے ہیں۔

تواب اس کا مفہوم یہ بھی نہیں ہے کہ ہم صرف اپنے جسم کو کھردرا لباس پہنا دیں اوراپنے پاؤں میں سادہ سی چپلیں یا کھجور کی بنی ہوئی چپلیں پہن لیں اور ہم سمجھیں کہ ہم صحابہ کی پیروی کر رہے ہیں۔صرف یہیں تک ہماری کوشش نہیں ہونی چاہیے۔بیشک اس طرح ان کی ظاہری پیروی تو آپ کر سکیں گے لیکن اصل بات جوان کو ممتاز بنا دیتی تھی اللہ کی نظر میں، وہ صرف ان کا لباس نہیں تھا۔ان کی ظاہری سادگی نہیں تھی۔ایسی چیز تھی، ایسی امانت تھی جو آقا ﷺ نے اپنے نگاہ کرم سے ان کے سینے میں ڈالدی تھی۔وہ آقائے نامدار آنحضرت ﷺ کی محبت اور آپ کا عشق اور آپ ﷺ کی اطاعت کا جذبہ تھا۔اس وجہ سے خدا کی نظر میں وہ ممتاز بن گئے۔

خودشناسی

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کا ایک خادم آیا اس کو اجازت مرہمت فرمائی یا اس کو نیابت عطا فرمائی تو اس نے کہا کہ حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو حضور نے فرمایا خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ نے جن کی ملفوظات میں کل ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا مجھے دعوت الی اللہ کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی دیکھو اگر تم مخلوق کو دعوت دینا چاہتے ہو تو پہلے اپنے آپ کو دعوت دو۔ اس نے کہا کہ حضور اپنے آپ کو بھی دعوت دی جاتی ہے کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں جب تم بیان کرتے ہو، اوروں کو کہتے ہو، اوروں کو دعوت سناتے ہو، کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ جب کوئی اور تمہیں دعوت دے رہا ہوتا ہے تو تمہیں اچھا نہیں لگتا۔ اس کی بات تمہیں پسند نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سناؤں۔ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو دعوت نہیں دے رہے ہو۔ تو دوستو اس میں بڑی معنیٰ پوشیدہ ہے۔ مبلغین تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں اوروں کو، مخلوق خدا کو دعوت دیں لیکن کبھی بھی یہ بات مت بھولیں کہ ایسا تو نہیں کہ اوروں کے عیبوں میں مشغول ہو کر اپنی جو خرابیاں ہیں جو کوتاہیاں ہیں اور بیماریاں ہیں ان کو ہم بھلا ہی دیں۔ نصیحت اوروں کو ہو رہی ہے حالانکہ ہونا تو یہی چاہیے کہ خطاب اپنے نفس کو ہونا چاہیے۔

انکساری

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کا طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے اپنے اشعار میں عاجزی اور انکساری کو بہت بیان کیا ہے۔اس کا پورا مغز و ماحصل یہ ہے کہ میاں! اپنے آپ کو مٹا دو۔ایسے بہت سے اشعار آپ کو ملیں گے۔جب کہ آج ہمارا اس بات سے بلکل برعکس عمل ہے۔کوئی کہتا ہے کہ سائیں! میں بہت بڑا سیاستدان ہوں،کوئی کہتا ہے کہ میں بہت بڑا عقلمند ہوں،کوئی کہتا ہے کہ میں بہت بڑا عالم ہوں،کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں ہوں،اس طرح سے وہ اپنے مقام کو بلند کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے یا اس کی منشا ہے یا اس کا ارادہ ہے کہ جو جتنا خود کو بلند کرنا چاہتا ہے وہ اتنا ہی نیچے گرتا ہے اور جو جتنی اپنے اندر عجز و انکساری پیدا کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اتنا ہی بلند مقام عطا فرماتا ہے۔

مخلوق سے محبت

مہربان رب کی ذات ارشاد فرماتی ہے کہ یادرکھا اے میرے بندے! مجھے آسمان اور زمین نہیں سماسکتی، عرش وکرسی میں میں نہیں سماسکتا اگر کوئی میرے رہنے کی لائق جگہ ہے تو وہ ایمان سے بھرا ہوا دل ہے۔ اور کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا گیا اور کسی خاص شکل کا نام نہیں لیا گیا، کسی خاص رنگت والے کا نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو جیسی بھی تمہاری شکل وصورت ہے اور یادرکھ کہ سب کی صورت حسین ہوتی ہے کیونکہ انکے پیدا کرنے والا ایک ہے۔ خدا نے سب کو پیدا فرمایا۔ جیسے گلاب کی رنگت سفید ہوتی ہے، کوئی نیلا ہوتا ہے، کوئی پیلا تو کوئی کالی رنگت کا مگر ان سب کو گلاب ہی کہا جاتا ہے اور حسین منظر تب ہوتا ہے جب یہی مختلف رنگ رکھنے والے گلاب ایک پارک میں کھلے ہوئے ہوں، ایک ہی کیاری میں کھلے ہوئے ہوں پھر ان کا نظارہ ہی الگ ہوتا ہے۔ میرے رب کے بنائے ہوئے تمام انسان بھی گلابوں کی طرح ہیں اور ان میں سے یہاں بہت سارے بیٹھے ہیں چاہے کسی بھی ذات قبیلے سے ان کا تعلق ہو۔ آپ کی مختلف رنگت، مختلف چہرہ مہرہ، مختلف زبانیں یہ سب میرے رب کا عطا کیا ہوا حسن ہے۔ خدا تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے جو بھی میری مخلوق ہے چاہے مغرب میں ہو یا چاہے مشرق میں

ہو، چاہے شمال میں ہو یا چاہے جنوب میں یہ سارا میرا خاندان ہے۔ اے انسان خدا نے تجھ کو اپنے کنبے میں شامل کر دیا اس بات کا کبھی احساس کیا تو نے؟ کیا کبھی تو نے خدا کے خاندان سے پیار کیا ہے؟ کیا کبھی پیار کرنے کی خواہش دل میں رکھی ہے؟ ذرا غور کرو تم اپنے خاندان سے کس قدر محبت رکھتے ہو۔ تم اپنی ماں سے، اپنے بیٹے بیٹیوں سے، اپنے خاندان کے ہر فرد سے کتنی محبت رکھتے ہو اور اگر کوئی تمہارے ساتھ محبت رکھنے کی دعویٰ کرے اور تمہارے خاندان سے نفرت دشمنی بغض رکھتا ہو کیا تم اس کو پسند کرو گے؟ کیا تم اس آدمی کو اپنا دوست ہمدرد سمجھو گے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے انسان کو تم کبھی بھی اپنا دوست ہمدرد نہیں کہہ سکتے جو تمہارے خاندان سے دشمنی اور عداوت رکھتا ہو۔ تو اگر کوئی شخص خدا سے محبت کی دعویٰ کرے اور اس کی مخلوق سے دشمنی رکھے تو وہ کیسے خدا تعالیٰ کا دوست اور پیارا بن سکتا ہے۔

تعارف

حضرت خواجہ محمد طاہر عباسی بخشی نقشبندی المعروف سجن سائیں مدظلہ سندھ کے ایک صاحب طریقت، صاحب معرفت، صاحب اوصاف اور تصوف سے تعلق رکھنے والے، اسلام کی حقیقی تعلیمات کا درس دینے والے وقت کے عظیم مصلح و روحانی شخصیت ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء کو لاڑکانہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی پرائمری تعلیم درگاہ فقیر پور شریف رادھن ضلع لاڑکانہ اور درس نظامی و عصری تعلیم اللہ آباد شریف کنڈیارو میں حاصل کی۔ ایم اے اسلامک اسٹڈیز میں آپ نے سندھ یونیورسٹی سے فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ درس نظامی کی بالائی درجہ کی کتب کی تعلیم کے لئے المرکز القادریہ کراچی میں زیر تعلیم رہے۔ اس دوران آپ نے شیخ الحدیث حضرت علامہ سید منتخب الحق القادری، تاریخ کے مشہور استاد علامہ یحییٰ صدیقی، شیخ الادب مولانا سعید الرحمٰن اور دیگر اساتذہ کے پاس تفسیر واصول تفسیر، حدیث واصول حدیث، فقہ واصل فقہ، فلسفہ، منطق، علم الکلام، ادب عربی، تاریخ اور صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازین آپ نے بین الاقوامی شہرت یافتہ مشہور محقق اور نقاد محترم عبدالقدوس ہاشمی کے پاس تاریخ مذاہب عالم اور تقابل ادیان پر مکمل عبور حاصل کیا۔ آپ نے باطنی و روحانی علوم کی منازل اپنے والد گرامی اصلاح امت کا درد رکھنے والے مشہور و معروف روحانی پیشوا حضرت اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہٗ کے پاس طے کیں۔ حضرت خواجہ سجن سائیں کا پیغام بہت سادہ اور تبلیغ بہت مسحور کن ہے کہ ہم سب اپنے اعمال کا اعادہ کر کے اپنی کوتاہیوں اور خامیوں پر نظر رکھیں۔ کسی دوسرے فرقے یا مذہب کو برا نہ کہیں۔ صرف اپنے کردار، ایمان اور دیگر انسانوں کی فلاح کو مدنظر رکھیں۔ اپنی ذات، اپنی طاقت اور اپنی حیثیت سے خلق خدا کو نقصان نہ پہنچائیں خاموشی سے اپنی صلاحیتوں کے ذریعے زیر زمین بہنے والے چشمے کی طرح دوسروں کو سیراب کرتے رہیں۔ دین و دنیا کی بہتری کے لئے ہر وقت قلبی ذکر کرتے ہوئے اللہ سے اپنا رابطہ قائم رکھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے رب اور نبی کی رضا حاصل کریں۔ قابل عز و شرف سجن سائیں کی تعلیمات محبت، اخوت، ہمدردی اور مساوات پر مشتمل اور منافقت و منافرت سے مبرا اور ان کی اپنی حلیمیت، متانت اور جاذب نظر شخصیت کی طرح پرسکون اور مسحور کن ہیں۔ جن سے انسان کے اندر تسلی و تشفی پیدا ہوتی ہے جو اسے پاک و شفاف بنانے میں معاونت کرتی ہے۔